ہفت روزہ

پاک جمہوریت

لاہور

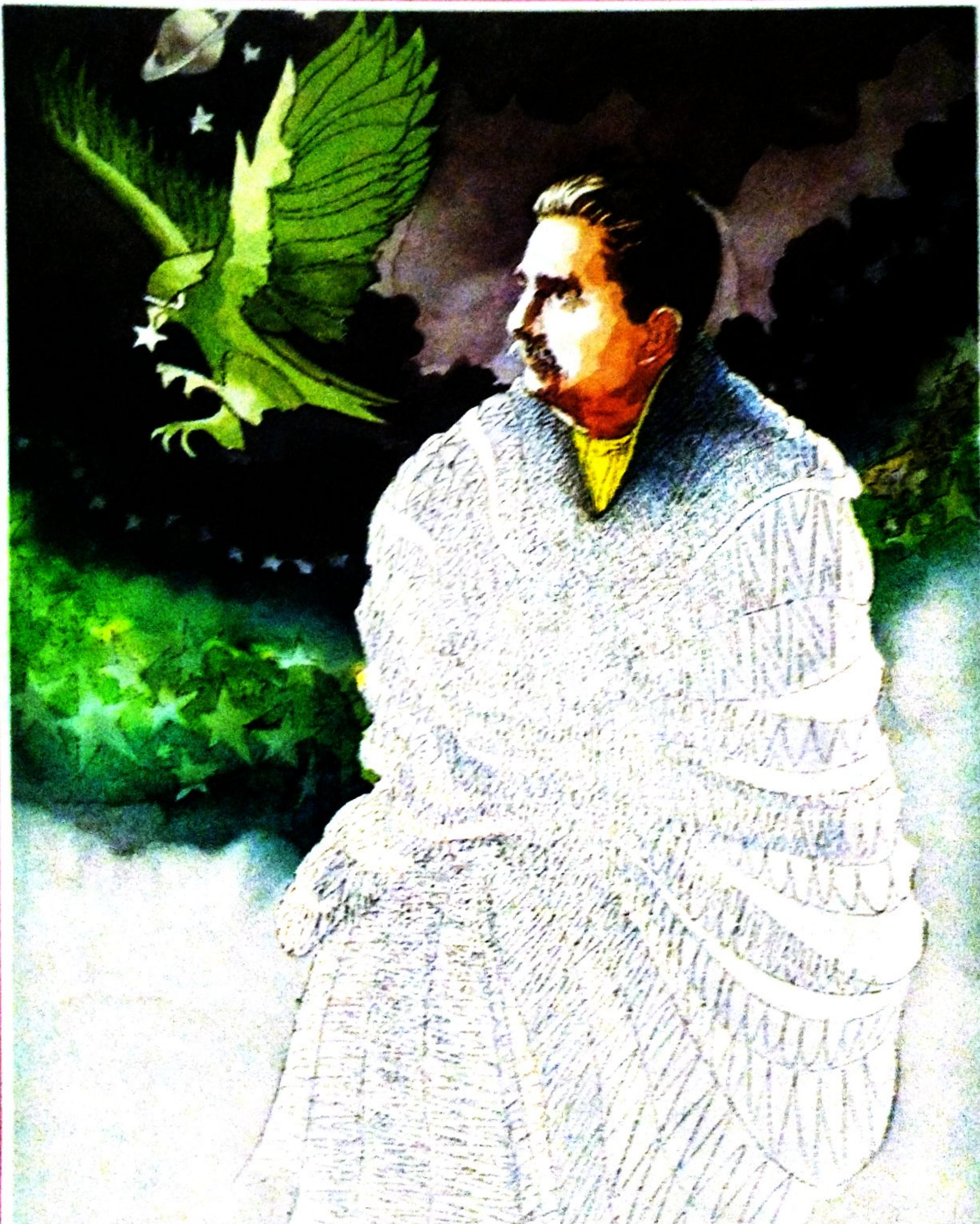

اقبالؒ

شفیق احمد عزیز

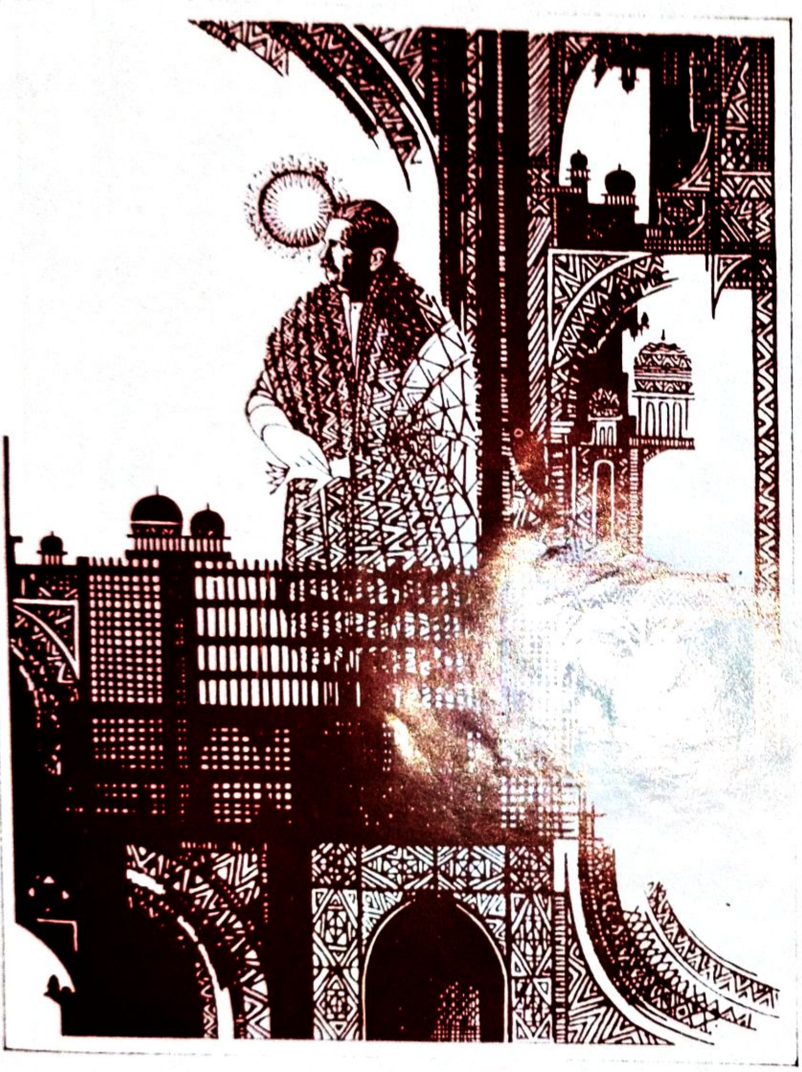

اسی ایک محرم راز سے کہیں رنگ ہے کہیں روشنی
یہ جو روشنی ہے وہاں یہاں
یہ جو زندگی ہے اِدھر اُدھر
یہ جو قافلہ ہے رواں دواں
یہ جو راستہ ہے سفر سفر
اسی ایک محرم راز سے کہیں رنگ ہے کہیں روشنی
کہیں سوز و ساز و سرور ہے
کہیں عقل و عشق کا نور ہے
کہیں جستجو ہے سراغ ہے
کہیں ذکر غیب و حضور ہے
اسی ایک محرم راز سے کہیں رنگ ہے کہیں روشنی
وہ خیال و خواب کا راز داں
وہ نگاہ و فکر کا ترجماں
وہ خضر تھا یا پیام بر
ہوئی جس کے دم سے سحر عیاں
اسی ایک محرم راز سے کہیں رنگ ہے کہیں
وہ جو آگ اس کے نفس میں تھی
وہی آگ جوئے رواں بنی
وہی آگ فکر و نظر میں ہے
وہی آگ مرکز جاں بنی
وہی آگ پھیلی صدی صدی
اسی ایک محرم راز سے کہیں رنگ ہے کہیں روشنی
وہی آگ قلب و جگر میں ہے
وہ جو آگ اس کے نفس میں تھی
وہ خودی تھی یا کہ تھی آگہی
ہے اِسی کے سوز میں روشنی
ہے اِسی کے ساز میں زندگی
وہی آگ پھیلی صدی صدی
اسی ایک محرم راز سے کہیں رنگ ہے کہیں روشنی

فرمان الٰہی

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دیکھیں گے کہ یہ (کفر اور شرک کرنے والے) ظالم اس وقت اپنے کئے ہوئے اعمال (کے انجام) سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ ان پر آ کر رہے گا۔ بخلاف اس کے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل بھی کئے وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے، جس چیز کو بھی وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس انہیں ملے گی، یہی تو بڑا فضل ہے۔ (سورہ شوریٰ 42 ترجمہ آیت 22)

ہفت روزہ
پاک جمہوریت
لاہور

چیئرپرسن
ساجدہ اقبال سید

مجلسِ ادارت
نزہت یاسمین
محمد ضیاء آفتاب

سرکولیشن مینیجر
سید زاہد رضا

تزئین
عزیز احمد ہمدانی

جلد 43 شمارہ 45
30 اپریل تا 6 مئی 2002ء

قیمت فی شمارہ =/5 روپے
سالانہ چندہ =/100 روپے

فون نمبر:- 6305906-6305316

آئینہ

اقبالؒ		
حضرت علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش ہجویریؒ	مولانا محمد صدیق ہزاروی	2
اسلامی معاشرہ اور تعصب	حامد علی نقوی	4
مثبت سوچ	حکیم محمد سعید (مرحوم)	6
علامہ اقبالؒ اور نظریہ پاکستان	شفیق احمد عزیز	7
محنت کشوں کا عالمی دن	خورشید احمد	10
عذرا پروین (ٹاؤن کونسلر) سے انٹرویو	تسنیم کوثر	12
شاہی قلعہ عظمتِ رفتہ کا نشان	ثریا کے ایچ خورشید	13
مفید ویب سائٹس	کاشر حقانی	17
بیوروکریسی کے خالق، روبرٹ کالینا	ندیم چوہدری	18
گھیا کدو کی کاشت	پاک جمہوریت فیچر سروس	19
لوکل گورنمنٹ قوانین کی تشریح	پاک جمہوریت فیچر سروس	20
سوڈس مین	طلال حق	22
علامہ اقبالؒ بچوں کے شاعر	خالد بھوترال	24
ہماری فلمز و مطبوعات		

محکمہ تعلیم سے منظور شدہ

حکومت پنجاب، سندھ اور سرحد کے محکمہ تعلیم کی طرف سے سکولوں اور لائبریریوں کے لئے منظور شدہ

ادارہ مطبوعاتِ پاکستان نے کوثر برادرز لا، پبلشرز اینڈ پرنٹرز 1- ٹرنر روڈ لاہور سے چھپوا کر A-32 حبیب اللہ روڈ لاہور سے شائع کیا۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را رہنما

حضرت علی بن عثمان

المعروف

داتا گنج بخش ہجویریؒ

تحریر: مولانا محمد صدیق ہزاروی

حضرت علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخشؒ ہجویری بھی کہلاتے ہیں اور جلابی بھی، ہجویر اور جلاب غزنی میں دو بستیاں تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ ہجویر کی رہنے والی تھیں اور یہیں حضرت سید علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی اور والد ماجد بستی جلاب کے رہنے والے تھے اس وجہ سے آپ کو ہجویری اور جلابی کہا جاتا ہے۔ حضرت علی ہجویری نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، والد محترم نے خاندانی روایت کے مطابق آپ کی تعلیم میں گہری دلچسپی لی، بعدازاں لذت علم کھینچ کر آپ کو باہر لے گئی اگرچہ اس دور میں سفر آسان نہ تھا لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری اور کمربستہ گھر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قافلے کے ہمراہ پاپیادہ یا فرغانہ جا پہنچے

کچھ دن علم حاصل کیا، لیکن علمی پیاس نہ بجھی، اس زمانہ میں ماوراء النہر، مرو، آذربائیجان اور خراسان کی سرزمین بڑے بڑے علماء کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ آپ کے علمی شوق نے ایڑ لگائی اور سفر کے ظاہری لوازمات نہ ہونے کے باوجود ایک درویش کی طرح پاپیادہ ان شہروں کی طرف چل پڑے اور ارباب فضل و کمال سے استفادہ کرتے رہے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ علوم ظاہریہ و باطنہ کے جامع تھے۔ آپ کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ شریعت کے مستند عالم ہونے کے ساتھ ساتھ رموز طریقت اور آشنائے علم و حقیقت بھی تھے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے عالم اسلام میں دور دور تک سفر کی منازل طے کر کے وقت کے جید علماء سے فیوض و برکات حاصل کئے اور اولیاء کرام کے مزارات پر چلہ کشی کر کے باطنی جلا حاصل کی۔ صرف خراسان میں آپ نے تین سو سے زائد اساتذہ سے فیض پایا۔ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد حج بیت اللہ اور گنبدِ خضری کی حاضری و زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے نزدیک علوم ظاہریہ اور باطنیہ کی تحصیل، جہاد اور اشاعت و تبلیغ دین، حج و زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحبت علماء اور مصلحاء کے لئے سفر واجب تھا۔ آپ نے اسی مقاصد کے لئے عالم اسلام میں دور دور تک سفر کیا۔ حضرت سید علی ہجویری حنفی المذہب تھے۔ آپ کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے خاص محبت تھی اور تعمیل دستور شریعت میں آپ ان کی اتباع کو مستند سمجھتے تھے۔

اس ضمن میں آپ نے اپنے ایک خواب کا

تذکرہ کیا' فرماتے ہیں:

''میں ملک شام میں تھا۔ ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار پُرانوار کے سرہانے سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ مکہ معظمہ میں حاضر ہوں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے اندر داخل ہو رہے ہیں اور جس طرح کوئی شخص کسی بچے کو گود میں لئے ہوئے ہو' آپ ایک حسین شخص کو گود میں اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں دوڑتا ہوا حاضر ہوا۔ پائے اقدس کو بوسہ دیا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ عمر رسیدہ شخص کون ہو سکتا ہے۔ اتنے میں حضور علیہ السلام پر میرا خطرۂ قلب منکشف ہو گیا اور آپ نے فرمایا۔ ''یہ تیرے اور تیری قوم کے امام ابوحنیفہؒ ہیں۔''

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ 341ھ میں سلطان محمود غزنوی کے آخری دور میں لاہور تشریف لائے۔ آپ نے یہ سفر اپنے مرشد کے حکم سے تبلیغ دین کی خاطر کیا۔ اس ضمن میں دو روائتیں مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ آپ سلطان مسعود بن سلطان محمود کے لشکر کے ہمراہ تشریف لائے اور دوسری یہ کہ آپ تین افراد پر مشتمل ایک قافلہ میں لاہور میں رونق افروز ہوئے۔ اس قافلہ میں آپ کے علاوہ حضرت شیخ احمد حمادی سرخسی اور شیخ ابوسعید ہجویری شامل تھے۔

لاہور تشریف لانے کے بعد آپ نے صوفیائے کرام کے اسلوب پر تبلیغ اسلام شروع کر دی اور یہ وہ انداز ہے جس سے دلوں کی تسخیر ہوتی ہے چنانچہ ملک کے اطراف و اکناف سے لوگ آپ کی زیارت اور فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کے لئے حاضر ہوئے۔ ہندوؤں میں سب سے پہلا شخص جس نے آپ کے فیض سے بہرہ ور ہو کر اسلام قبول کیا' وہ حاکم پنجاب کا نائب ''رائے راجو'' تھا۔ جسے بعد میں شیخ ہندی کے نام سے پکارا جانے لگا۔

حضرت مخدوم علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز مسجد و خانقاہ کی تعمیر سے کیا۔ آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے نجی حیثیت میں یہاں مسجد تعمیر کروائی۔ ورنہ اس سے پیشتر تمام مساجد' حکمرانوں اور امراء کی سرپرستی میں تعمیر ہوتی تھیں۔

آپ نے اسلامی اقدار کی حفاظت کو مقصد حیات کے طور پر اختیار کیا۔ چنانچہ کشف المحجوب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ پر فقیہانہ رنگ کس قدر غالب تھا۔ آپ نے ایمان' توحید' طہارت' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج سے متعلق مجتہدانہ بحث کر کے ارکان دین کی پابندی اور اتباع شریعت کو لازمی قرار دیا۔

580ھ میں حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہؒ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے' چلہ کشی کی' اور فیض و برکت کا اکتساب کیا۔

حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے 600ھ میں مزار مقدس پر اعتکاف کیا چنانچہ آستانہ عالیہ سے ذرا فاصلے پر آپ کی جائے اعتکاف ''حجرہ بابا فرید'' کے نام سے مشہور ہے۔

اسلامی سلاطین میں سب سے پہلا بادشاہ جو آپ کے مزار پر انوار کی زیارت کے لئے حاضر ہوا وہ سلطان مسعود بن سلطان محمود تھا اس کے بعد 572ھ میں سلطان ابراہیم نے وارد ہند ہو کر آپ کے مزار اقدس کی زیارت کی اور مقبرہ تعمیر کیا۔

ان شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ بڑے بڑے اولیاء کرام اور سلاطین آپ سے اکتساب فیوض و برکات کرتے رہے اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان نفس و شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رہے' اللہ تعالیٰ پر کامل توکل ہو' حرص و ہوس اور لالچ کے قریب نہ پھٹکے' آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے جواب دہی کے لئے تیار ہونے کی کوشش کرے تو یقیناً وہ ایک صالح انسان بن سکتا ہے۔ چوری' غصب' قتل غرضیکہ تمام مذموم اور درندگی پر مبنی افعال سے کنارہ کشی اختیار کر لے گا اور جب انفرادی طور پر انسان اوصاف حسنہ کا مالک ہو گا تو تمام انسان مل کر جو معاشرہ تشکیل دیں گے وہ ایک صاف ستھرا' پاکیزہ اور صالح معاشرہ ہو گا۔

یہی وہ بات ہے جسے اولیاء کرام نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی اور اس بنا پر صوفیائے کرام کو معاشرے میں ایک عظیم مقام حاصل رہا۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے مادہ پرستی سے اجتناب اور روحانی ترقی کے حصول میں دن رات جدوجہد کرنے پر بہت زور دیا اور دلوں میں یہ عقیدہ راسخ کر دیا کہ حرص و لالچ سے کچھ نہیں بنتا جو کچھ مقدر میں ہے وہ ضرور ملے گا۔ اسی طرح یہ بھی بتایا کہ کسی انسان کی ذمہ داری اسے خود نبھانا ہوتی ہے کوئی دوسرا اس کی جگہ ادا نہیں کرے گا۔ لہٰذا فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ اسی طرح آپ نے یہ بھی واضح کیا کہ قیامت پر ایمان اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ ہم قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں حاضری کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ نیک اعمال اختیار کریں اور برے اعمال کے قریب نہ پھٹکیں۔

حضرت سید ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ

علیہ حیات فانی کی 65 منزلیں طے کر چکے تو پیانہ عمر لبریز ہو گیا اور آپ نے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کی۔ آپ کے فیوض باطنیہ کا سلسلہ مزار پرانوار پر جاری ہے، اور تاقیامت جاری رہے گا۔

یہاں اس بات کو جاننا اور اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری ضرور دیں، یہی ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا اور اسی کو قرآن وسنت سے تائید حاصل ہے۔ لیکن شریعت کا دامن کسی مرحلے پر ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے۔ شریعت کے مطابق حاضری دی جائے اور فاتحہ خوانی کے بعد بارگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہوتے ہوئے صاحب مزار کا وسیلہ اختیار کیجئے۔ انشاء اللہ ضرور فیض حاصل ہوگا اور ساتھ ہی یہ عزم بھی کیا جائے کہ ہم وہی راستہ اختیار کریں گے، جس پر ان نیک لوگوں نے چل کر ہمیشہ کی زندگی حاصل کی۔

☆☆☆☆☆

اسلامی معاشرہ اور تعصب

تحریر: حامد علی نقوی

تعصب انسان کی ان بدترین خصلتوں میں سے ہے جو اس . . . . کی تمام نیکیوں کو برباد کر دیتی ہے اگر زبان سے اس کا اظہار نہ بھی کیا جائے تو بھی انسان کے طرز عمل سے ظاہر ہو جاتا ہے اور عدل و انصاف جو کہ نہایت عمدہ خصائل انسانی ہیں اس میں نہیں رہتے۔

متعصب اگر غلطی میں پڑ جاتا ہے تو تعصب کے سبب اس غلطی سے نکل نہیں سکتا۔ اس کا تعصب اس کے برخلاف سمجھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی کام کو نہایت عمدہ اور مفید سمجھتا ہے مگر تعصب کے سبب اسے اختیار نہیں کرتا اور دیدہ دانستہ برائی میں گرفتار اور بھلائی سے بیزار رہتا ہے۔ اگر وہ سیدھی اور سچی راہ پر بھی ہے تو اس کے فوائد اور نیکی کو پھیلنے اور عام ہونے نہیں دیتا اور اس طرح ہزار نیکیوں سے باز رہتا ہے۔

متعصب ان تمام لوگوں کو جو اس کے مذہب کے نہیں ہیں اور تمام علوم وفنون کو جو اس کے مذہب کے لوگوں میں نہیں ہیں نہایت حقارت سے دیکھتا اور برا سمجھتا ہے۔ بہت سی قومیں تعصب کے باعث اخلاق، علم وہنر، فضل و دانش، تہذیب و شائستگی اور مال و دولت میں اعلیٰ درجہ رکھنے کے باوجود قعرِ مذلت میں گر گئیں اور بہت سی قومیں اپنی بے تعصبی کے سبب دوسری قوموں سے اچھی اچھی باتیں لے کر ادنیٰ درجہ سے ترقی کر کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ گئیں۔

اپنے مذہب میں پختہ ہونا اچھی صفت ہے جو کسی بھی اہل مذہب کے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ تعصب چاہے مذہبی باتوں میں کیوں نہ ہو نہایت برا اور خود اپنے مذہب کو نقصان پہنچاتا ہے غیر متعصب مگر اپنے مذہب میں پختہ ہمیشہ اپنے مذہب کا سچا دوست ہوتا ہے اور اس کی خوبیوں اور نیکیوں کو پھیلاتا ہے۔ اس کے اصولوں کو دلائل اور براہین سے ثابت کرتا ہے۔

متعصب شخص دوسروں کے اعتراضوں کو جو اس کے مذہب پر ہیں سننا پسند نہیں کرتا۔ وہ ضمناً اس بات کا باعث بنتا ہے کہ مخالفوں کے اعتراض بغیر تحقیقات کئے اور بلاجواب دیئے باقی رہ جائیں۔ وہ اپنی نادانی سے گویا تمام دنیا پر یہ بات ثابت کرتا ہے کہ اس کے مخالفوں کو اس کے مذہب سے خطرہ ہے۔ انسان کو برباد کرنے کے لئے شیطان کا سب سے بڑا داؤ تعصب کو مذہبی رنگ سے دل میں ڈالنا ہے۔

تعصب ایک علاقے کے لوگوں کو دوسرے علاقوں کے لوگوں کے خلاف نفرت سکھاتا ہے۔ انہیں ایک دوسرے کا دشمن بناتا ہے اور بنی نوع انسان کے درمیان نفاق، فتنہ وفساد اور ہلاکت کا موجب بنتا ہے۔ اس کی بنیاد کسی عقلی یا منطقی استدلال پر نہیں ہوتی بلکہ اندھے اور غیر متوازن جوش وجذبے پر قائم ہے۔

اسلام ہی ایک ایسا مستحکم اور سچا مذہب ہے کہ جس قدر دینی اور دنیاوی علوم کی ترقی ہوگی اسی قدر اس کی سچائی ثابت ہوگی۔

اسلام ایک جامع نظریۂ زندگی اور مکمل ضابطۂ حیات ہونے کے سبب دین و دنیا کی تفریق کا قائل نہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں کو چلانے کے لئے واضح اور ٹھوس اصولوں کا مخزن ہے۔ اسلام کے نزدیک محض کسی علاقے سے تعلق رکھنا یا کسی خاص

نسل میں پیدا ہو جانا یا کوئی مخصوص زبان بولنا عزت و برتری کی علامت ہے اور نہ ذلت و رسوائی اور گھٹیا پن کا نشان۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری زبانیں اور جداگانہ رنگ خدا کی قدرت کاملہ کی علامات ہیں۔ تمہارے نام اور قبیلے محض تمہاری پہچان کے لئے ہیں۔ اسلام نے عزت و بزرگی کا معیار محض تقویٰ قرار دیا ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار اور متقی ہے۔ قرآن نے تمام بنی نوع انسانوں کو ایک ہی خاندان قرار دیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے کہ: ''تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔'' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے تاریخی خطبے میں اسی نسلی و نسبی تعصب کو ختم کرنے کا اعلان فرمایا کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔

محسن انسانیتؐ کا یہ اعلان اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ ہم خواہ کسی طبقے، کسی گروہ یا کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے باعث رشتہ ہائے اخوت میں منسلک ہیں۔

اگر اسلام میں علاقائی عصبیت کا کوئی تصور موجود ہوتا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت نہ فرماتے اور نہ لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے۔

وطن کی محبت انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ اگر یہ جذبہ اپنے وطن کی خوبیوں کی تعریف و توصیف اور اس کی تعمیر و ترقی کی سعی تک محدود ہے تو مستحسن ہے لیکن اگر حب الوطنی کے جوش میں انسان اپنی قوم کے ہر ناجائز اور برے کاموں کو اچھا سمجھنے لگے اور دوسری قوم کے اچھے اور جائز کاموں کو بغیر کسی جواز کے برا سمجھے تو یہ محبت کا جذبہ تعصب کا روپ دھار لیتا ہے۔ اسلام حب الوطنی کے جذبے کو ایسی حدود کے اندر قبول کرتا ہے جو بنی نوع انسان کے اُمتِ واحدہ ہونے کے تصور سے متصادم

نہ ہو۔ لہٰذا حب الوطنی اور چیز ہے اور علاقائیتؑ اور وطن پرستی دوسری چیز ہے۔

جب تک ہم اسلام کے رشتوں سے منسلک رہے دنیا کے رہنما رہے دنیا نے ہمیں سے تہذیب سیکھی اور اپنی جہالت کو دُور کیا، اخلاق کا درس لیا، ادویات، فن جراحی، اسلحہ سازی، صنعت وتجارت، علم ہیئت، علم ریاضی، نظام معیشت، نظام عدالت، ماکولات ومشروبات، فنی ذوق و امتیاز، سیاست کے طور طریقے، نظام منزل کی استواری غرض زندگی کے ہر شعبے میں اقوام عالم کی ہم ہی رہنمائی کرتے رہے۔

تہذیبِ مغرب کے متوالے نوجوانوں کے لئے انگریز مؤرخ بریفالٹ کا یہ کہنا کافی ہے کہ اگر عرب مسلمان نہ ہوتے تو موجودہ تہذیب جنم ہی نہ لیتی۔ لیکن جب ہم نے (جو کبھی تہذیب وتمدن کے محافظ تھے) اسلام کے سرچشمے سے کام لینا چھوڑ دیا جو ساری قوموں کا منبع تھا تو خدا نے بھی زندگی کی دوڑ میں ہمیں پیچھے دھکیل دیا۔

جب تک ہم نے اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور حق و صداقت پر قائم رہے دنیا میں ممتاز رہے اور چاردانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجتا رہا اور قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ہمارے نام سے تھرآتی رہیں۔

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ جس کا بنیادی مقصد حقیقی معنوں میں اسے ایک فلاحی مملکت بنانا تھا مگر ہم نے اس قومی فریضے سے مجرمانہ غفلت برتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے اندر غیر اسلامی اور علاقائی تعصبات نے جنم لیا اور انہیں پھلنے پھولنے کا موقع ملا جس کے سبب ملکی سالمیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی صفوں میں مکمل اتفاق و اتحاد پیدا کریں اور ہر قسم کے تعصبات کو چھوڑ کر انسانیت کی فلاح واصلاح کا فریضہ انجام دیں اور اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر سیسہ پلائی دیوار بن جائیں اور مملکت خداداد پاکستان کو ایک ناقابل تسخیر قلعہ بنا دیں۔ آج عالم اسلام کی نگاہیں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی طرف بار بار اٹھتی ہیں۔

شخصیت کی تعمیر بھی دنیا کے ہر تعمیری کام کی طرح نہایت اہم اور بڑا حوصلہ آزما کام ہے۔ انسانی شخصیت بھی ایک چھوٹے سے بچے کے مانند ہوتی ہے جو ابتداء میں اپنے اچھے برے کو نہیں جانتا اور بڑی محنت سے اسے مخصوص سانچے میں ڈھالنا ہوتا ہے۔ اگر آپ اپنی شخصیت کو مثبت رخ دینا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے آپ کو مثبت فکر کا سامان کرنا ہوگا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے آپ پر اعتماد کریں، اپنی صلاحیتوں پر اعتبار کریں اور اپنی توانائیوں پر بھروسا کریں! جب تک آپ اپنے آپ پر مکمل یقین نہیں رکھیں گے اور خود اعتمادی کی شان پیدا نہیں کریں گے اس وقت تک آپ نہ خوش رہ سکتے ہیں نہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اسی یقین اور اعتماد کا دوسرا نام خود اعتمادی ہے۔ خود اعتمادی ہی آپ کی کمزوریوں اور خامیوں کو دور کرتی ہے اور آپ میں جو بھی کمی ہوتی ہے اسے پورا کرنے کی جانب توجہ دلاتی ہے۔ دراصل یہ ایک ذہنی رویہ ہے، سوچنے کا ایک مثبت رخ ہے جو آپ کو اپنے آپ سے آگاہ کرتا ہے اور کامیابی کی طرف لے جاتا ہے۔

اکثر لوگ اپنی کسی خامی یا کمزوری کی بنا پر اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے کم تر محسوس کرتے ہیں اور احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ احساس کمتری میں مبتلاء ہونا اتنا ہی خطرناک ہے جتنا احساس برتری میں مبتلاء ہونا اذیت ناک ہوتا ہے۔ احساس برتری میں مبتلا شخص دوسرے لوگوں کے لئے عذاب جان اور اذیت کا باعث ہوتا ہے تو احساس کمتری میں مبتلا فرد اپنے لئے عذاب جان اور ذہنی اذیت کا باعث بن جاتا ہے۔ خود اعتمادی دراصل احساسِ برتری اور احساسِ کمتری کے درمیان کا ایک راستہ ہے۔

اپنی صلاحیتوں پر اطمینان اور اعتماد ہی کامیابی کا زینہ ہے۔ بعض لوگوں میں خود اعتمادی کی کمی اور احساسِ کمتری کی ابتداء دراصل بچپن سے ہوتی ہے۔ ان کے گھر والے انہیں جھڑکتے رہتے ہیں اور معمولی غلطیوں پر سمجھانے کے بجائے انہیں سزائیں دیتے ہیں، انہیں نکما اور کام چور قرار دیتے ہیں۔ یہی چیزیں جو بظاہر چھوٹی اور معمولی محسوس ہوتی ہیں بچے کی خود اعتمادی کو ریزہ ریزہ کر ڈالتی ہیں۔

بعض لوگوں میں احساسِ کمتری کی ابتداء گھر سے زیادہ باہر کے ماحول سے ہوتی ہے۔ مثلاً اگر اسکول میں انہیں امتحانات کے نتیجے میں ہمیشہ تھرڈ ڈویژن ملتا رہے اور کسی خاص لڑکے کو ہمیشہ اے گریڈ ملتا رہے تب بھی یہی صورت پیش آ سکتی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ ضروری نہیں ہے کہ جس طالب علم کو اسکول اور کالج میں ہمیشہ اے گریڈ ملتا رہا وہ عملی زندگی میں بھی اے گریڈ ثابت ہو۔ عین ممکن ہے کہ وہ عملی دنیا میں آ کر بالکل "بودا" ثابت ہو اور جسے ہمیشہ تھرڈ ڈویژن ملتی رہی وہ عملی زندگی میں اے گریڈ ثابت ہو۔

احساس کمتری سے نجات پانے کا نہایت آسان راستہ یہ ہے کہ آپ اللہ کو جتنا زیادہ دوست سمجھیں گے اتنی ہی زیادہ آپ میں صلاحیتیں پیدا ہوں گی اور اس یقین کی بدولت جو آپ کو اللہ پر ہے آپ دیکھیں گے کہ آپ کا ہر کام آسانی سے پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

روحانی طور پر دعا کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ آپ اپنے اصل مالک سے قریب تر ہو جائیں۔ جس کام میں آپ کو مشکل پیش آئے آپ اللہ سے مدد مانگیں۔ اگر کسی سے تکلیف پہنچی ہو تو اس وقت بھی اللہ سے اپنی حفاظت اور مدد کی درخواست کریں۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں معاملہ تو خالصتاً دنیاوی ہے اور اس کا دعا سے کیا تعلق؟ درحقیقت ایسے لوگ غلطی پر ہیں۔ غور تو کیجئے اللہ سے بڑا مددگار اور طاقتور کون ہو سکتا ہے؟ یہی درحقیقت مثبت سوچ ہے اور درحقیقت یہی مثبت فکر کی عظیم ترین قوت ہے۔

☆☆☆☆☆

علامہ اقبالؒ اور نظریۂ پاکستان

تحریر: شفیق احمد عزیز

آزادی انسان کا پیدائشی اور بنیادی حق ہے جو اسے بارگاہِ خداوندی سے عطا ہوا ہے اور اس انسانی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے اسلام نے مکمل انتظام بھی کیا ہے چنانچہ خدا نے اپنے بندوں کے لئے دین اسلام کو منتخب کیا جو صرف مذہب ہی نہیں بلکہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اخلاقی و روحانی، انفرادی و اجتماعی غرض زندگی کے ہر شعبے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے لہٰذا انسان کے پیدائشی حق یعنی ''آزادی'' کو برقرار رکھنے کے لئے خدا نے قرآن میں ارشاد فرمایا۔

''یعنی سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

اس حکم کا ایک فیض یہ بھی ہے کہ کوئی کسی کو غیر نہ سمجھے اور غیریت کو بنیاد بنا کر کوئی کسی کا حق غصب نہ کرے اسی حکم کا اعادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے مبارک و تاریخی موقع پر فرمایا۔

''اے لوگو تم سب ایک خدا کے بندے' ایک رسول کی اُمت' ایک کتاب کے قاری اور ایک آدمؑ کی اولاد ہونے کے ناطے آپس میں بھائی بھائی ہو کسی عربی کو عجمی پر کالے کو گورے پر اور امیر کو غریب پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ ہاں تقویٰ کرنے والے یعنی متقی کو تقوے کی بنیاد پر برتری حاصل ہے اس کے علاوہ تم سب برابر ہو۔''

اسلام کے اس واشگاف اعلان نے انسانی آزادی اور فرد کے تشخص کو مکمل تحفظ فراہم کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ باہمی اتحاد پر زور دیتے ہوئے کہا کہ

''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقے نہ ڈالو۔''

چنانچہ اسلام کی اس تربیت کا اثر یہ ہوا کہ سرزمین عرب سے لے کر دنیا کے ہر کونے میں بسنے والے مسلمان اخوت کے رشتے میں جکڑ گئے اور اس طرح انسان کی آزادی کا تحفظ خود انسان کے ہاتھوں سے ہوا لیکن رفتہ رفتہ مسلمانوں کی گرفت ان احکامات و تعلیمات پر کمزور ہونے لگی۔ مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات و احکامات کو پسِ پشت ڈالنا شروع کر دیا اور پھر تاریخ نے خود کو دُہرانا شروع کیا' مسلمان انتشار کا شکار ہونے لگے اور تخریب کاری ان پر حاوی ہونے لگی۔ اس طرح۔ ۔ ۔ آسمان نے مسلمانوں کے زوال کے دن دیکھنا شروع کئے۔ تاریخ کا قافلہ جب انیسویں صدی میں داخل

ہوا تو اس نے مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی میں زندگی بسر کرتے دیکھا۔

فطرت کا اٹل قانون ہے کہ جب کوئی معاشرہ انحطاط پذیر ہوتا ہے تو قدرت کچھ ایسی صاحبِ فراست شخصیتیں پیدا کر دیتی ہے جو معاشرے کے جسم میں ایک نئی رُوح پھونک کر اسے جھنجھوڑ دیتی ہیں اور زندگی کے بھٹکے ہوئے کارواں کو منزل کا پتہ دیتی ہیں۔ چنانچہ جب برطانیہ کے نوآبادیاتی نظام نے مسلمانوں سے ان کا بنیادی حق یعنی آزادی چھین لی تھی اور مسلمان انیسویں صدی میں ہر لحاظ سے انگریزوں کے دستِ نگر ہو کر رہ گئے تھے اسی دور میں برِصغیر کے مسلمانوں کی سربلندی کے لئے چند شخصیتوں نے جدوجہد شروع کی ان میں سر سید احمد خاں اور ان کے ساتھیوں کے علاوہ محمد علی جناحؒ اور

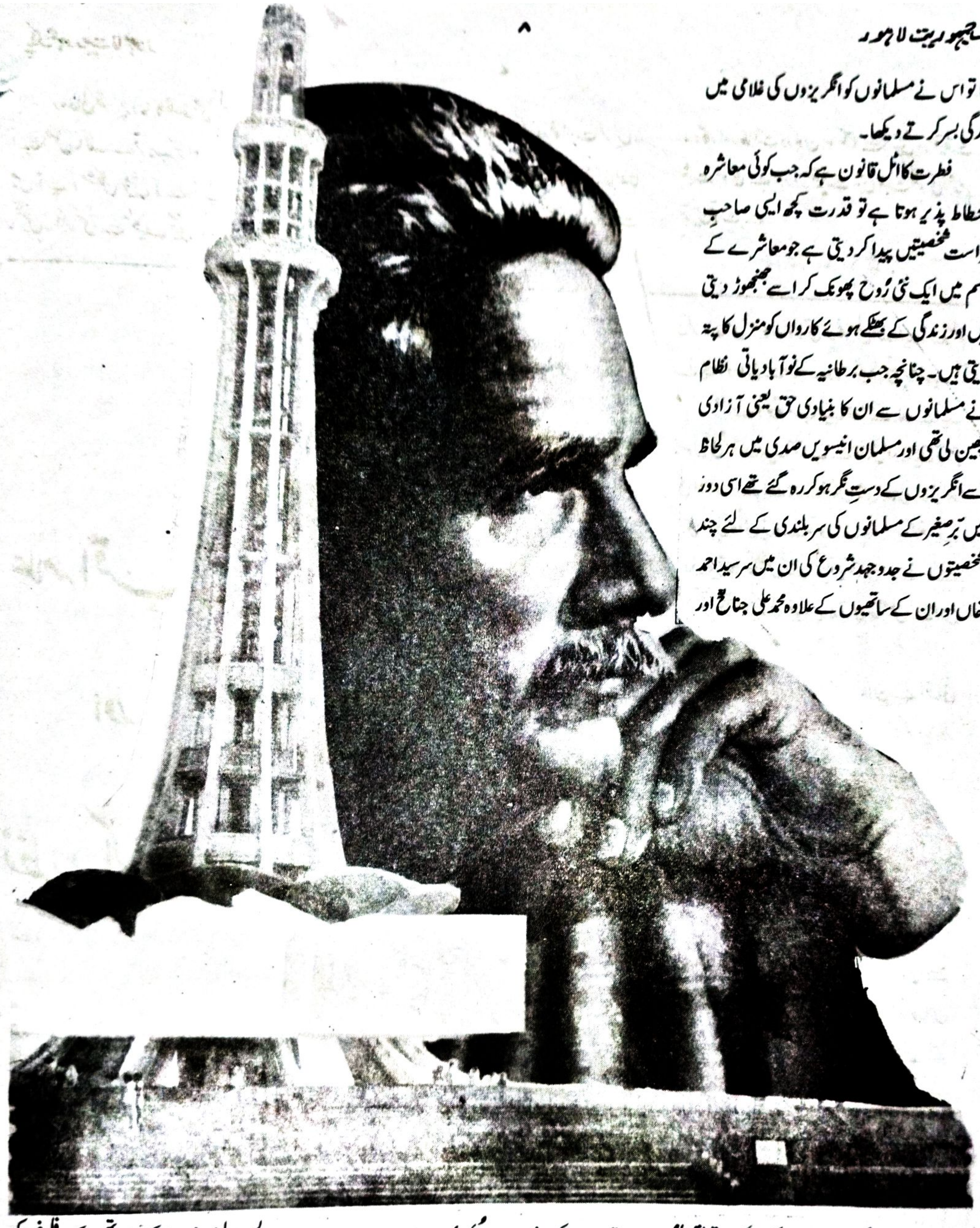

علامہ اقبالؒ بڑی ہمہ گیر صلاحیتوں کے مالک تھے اقبالؒ مفکر بھی تھے اور شاعر بھی۔ ۔ اور فلسفی بھی۔ اقبالؒ کی شخصیت برِصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک عظیم محسن اور قومی ہیرو کی حیثیت سے اُبھری۔

1899ء میں فلسفہ میں ایم اے کرنے کے بعد اقبالؒ نے جدید نظریات اور جدید ادب میں خاص دلچسپی لینی شروع کر دی تھی ایک فلسفی کی حیثیت سے انہوں نے ہر ازم اور نظریے کا بڑی وسیع النظری اور حقیقت پسندی کے ساتھ تنقیدی جائزہ

لیا۔ مغرب میں قیام کے دوران اقبالؒ کے ذہن وفکر پر انقلابی اثرات مرتب ہونے شروع ہوئے۔ لہٰذا ان کا شاہین فطرتِ ذہن محدود قوم پرستی اور تنگ نظری پر انحصار کرنے والے تصورات ونظریات کی چوٹی پر قیام نہ کرسکا انہوں نے محسوس کرلیا کہ نیشنلزم انسانی اور مذہبی قدروں سے برسرِ پیکار ہے چنانچہ ان کے ذہن نے روحانی بنیاد پر معاشرتی ارتقاء کو تسلیم کیا اور نیشنلزم کو تہذیب کا انوکھا بت قرار دے کر اس کی مذمت کی اور اس کے پیراہن کو مذہب کا کفن قرار دیا۔

ان تازہ خداؤں میں سب سے بڑا وطن ہے
جو پیراہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اقبالؒ نے برِصغیر کے مسلمانوں کی آزادی کے لئے نظریاتی تبلیغ کا کردار ادا کیا اور علیٰحدہ مملکت کا تصور پیش کیا۔ اقبالؒ اس مملکت کو گہوارۂ اسلام دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اگرچہ مسلمانوں کو ان کی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ لوٹانا قدرے مشکل تھا وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ اس روح کے بیدار ہوتے ہی مسلمانوں کو ایک تربیت گاہ کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے الگ ملک حاصل کرنے کا خیال ظاہر کیا کیونکہ مسلمان اپنے پاس مکمل ضابطۂ حیات رکھ کر کسی دوسرے ''ازم یا نظریے'' کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ اقبالؒ جانتے تھے کہ مسلمان کبھی بھی کسی غیر منصفانہ اور فانی قانون کے آگے سر جھکانے کو تیار نہیں ہوسکتے نیز مسلمان کسی ایسی پابندی اور قانون کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے جو خود انسانوں نے اپنی فکر کے مطابق بنائے ہوں۔ بلکہ وہ صرف خدا کا مرتب کیا ہوا آفاقی قانون ماننے اور اس کا دل و جان سے احترام کرنے کے متمنی ہوں گے اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا تھا جب مسلمانوں کا اپنا الگ ملک ہو جہاں اللہ کا قانون نافذ العمل ہو۔۔ چنانچہ اقبالؒ نے پاکستان کا تصور پیش کیا اور اس تصور کو حقیقت کا روپ محمد علی جناحؒ کی مسلسل جدوجہد نے دیا۔ علامہ اقبالؒ نے ہر نظریے کا مکمل جائزہ لینے کے بعد اس فیصلے کا اعادہ کیا کہ اگر دنیا میں انسانی فلاح کا کوئی راز ہے تو صرف اور صرف نظام اسلام میں مضمر ہے۔ چنانچہ انہوں نے تحریکِ پاکستان کا آغاز کروانے کے لئے جو فارمولا پیش کیا تھا وہ پاکستان میں نفاذ شریعت تھا۔ آپ نے قائداعظمؒ کو 28 مارچ 1938ء کو ایک خط میں لکھا تھا کہ:

''سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا کیا حل ہے اور اسی سوال کے حل پر مسلم لیگ کے مستقبل کا دار و مدار ہے۔ جائے مسرت ہے کہ اس کا حل آئین اسلام کے نفاذ اور اس کی توسیع میں مضمر ہے۔ آئین اسلام کے انتہائی طویل اور محتاط مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس نظام قانون کی اگر صحیح طور پر فہم وفراست ہو اور اس کا پورے اخلاص کے ساتھ نفاذ ہو تو ہر شخص کو کچھ نہیں تو کم از کم زندگی گزارنے کی ضمانت ضرور مل جائے گی۔''

اقبالؒ کا یہ خط دراصل تحریکِ پاکستان کا لاثانی منشور بنا۔ اقبالؒ کی نظر میں پاکستان کے دو بڑے اور عظیم جز تھے یعنی ثقافت' اس کی بقاء اور ہر شخص کے معاش کی ضمانت اور اس کا بندوبست اور یہ دونوں عناصر اسلامی شریعت سے ماخوذ تھے۔ اقبالؒ کے خیال میں آزاد ریاست کے قیام کا اصل مقصد یہی تھا کہ وہاں شریعت اسلامیہ نافذ کی جائے۔ اقبالؒ کے نزدیک پاکستان کا حاصل کرنا وطنیت سے ماوراء ہے کیونکہ پاکستان کا مقصد یہ تھا کہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرکے اسے اسلام کی ایسی تجربہ گاہ بنا دیا جائے جس کے سیاسی اور اخلاقی اثرات سے ساری دنیا مستفید ہو اور پھر کوئی بلوچی ہو نہ سندھی ہو نہ مہاجر ہو نہ پنجابی اور نہ پٹھان بلکہ ہر فرد صرف مسلمان ہو اور ملّتِ اسلامیہ کا سرگرم عمل کارکن ہو۔ کیونکہ اسلام وطن نہیں بلکہ ایک ملّت بناتا ہے۔ اگر ہم ان تمام حقائق کو مدِنظر رکھ کر وسیع النظری سے اقبالؒ کی شخصیت کا جائزہ لیں تو اقبالؒ ایک فرد نہیں بلکہ پوری انجمن نظر آتے ہیں۔ اور تاریخ کے پردے پر ایک تحریک بن کر ابھرتے ہیں۔ یہ اقبالؒ کی مثبت فکر کا کمال ہے جو انہوں نے آفاقی نظریۂ اسلام سے حاصل کی ہے۔ یہ روشنی اقبالؒ نے شریعت اسلام کے منبع نور سے حاصل کی ہے۔

اقبالؒ نے ایک دانشور اور شاعر ہونے کی حیثیت سے اپنے فرائض کو بخوبی پہچانتے ہوئے اور خداداد صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے اپنی شاعری کو نظریات کے اظہار کا ذریعہ بنایا اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جو کام ڈاکٹر اقبالؒ نے اپنے شعروں سے کیا وہ کام ہٹلر اپنی تلوار سے نہ لے سکا اقبالؒ نے اپنی شاعری سے سوئے ہوئے ضمیروں کو بیدار کیا اور دلوں کو مسخر کیا۔

ان کا مطمع نظر انقلاب تھا وہ ایک بار پھر مسلمانوں کو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی صف میں کھڑا دیکھنا چاہتے تھے۔ اقبالؒ کی بھرپور تمنا تھی کہ مسلمان مل کر ایک متحد طاقت بن جائیں دراصل ان کی اس جدوجہد کا اصل مقصد مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا تھا انہوں نے اس خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

☆☆☆☆☆

محنت کشوں کا عالمی دن

تحریر: خورشید احمد

دنیا کے مختلف ممالک کے دستور میں محنت کشوں کے بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں یہ درج ہے کہ پاکستان میں ہر فرد کو اس کی ضرورت کے مطابق بنیادی ضروریات مہیا کی جائیں گی۔ آرٹیکل نمبر (21)17 کے تحت محنت کشوں کو حق انجمن سازی اور آرٹیکل نمبر 1 کے تحت 14 سال سے کم عمر کے بچوں کو خطرناک کاموں سے محفوظ کرنے اور آرٹیکل نمبر 2 کے تحت ملازمتوں میں جنس، رنگ و نسل، مذہب کی بنیاد پر اجرتوں میں امتیازی سلوک کے خاتمہ کی ضمانت دی گئی ہے۔ آرٹیکل نمبر 38 میں ریاست کی پالیسی درج ہے کہ حکومت ملک میں محنت کشوں کی معقول اجرت مقرر

یکم مئی محنت کشوں کا عالمی دن ہے جو کہ دنیا بھر کے محنت کش شکاگو امریکہ میں 1886ء میں اپنے رفقاء کی قربانیوں کی یاد میں مناتے ہیں جنہوں نے طویل اوقات اور غلاموں کی طرح کام لینے اور خطرناک حالات کا اور معمولی اجرتوں اور جتھ بندی (انجمن سازی) کے حق کی نفی کے خلاف جدوجہد کر کے اپنے مطالبات تسلیم کروائے اور روزانہ اوقات کار آٹھ گھنٹے مقرر کرائے یہی وجہ ہے کہ محنت کشوں کی سماج میں اقتصادی و سماجی حقوق کی جدوجہد کے نتیجہ میں پرانے سرمایہ داری نظام کی جگہ فلاحی مملکت اور سوشلسٹ معاشرہ کے تصور کو تقویت ملی اور پہلی

جنگ عظیم کے بعد 1919ء میں عالمی ادارہ محنت سہ فریقی بنیاد پر جنیوا میں معرض وجود میں آیا۔ اس کے آئین میں یہ درج ہے کہ دنیا میں پائیدار امن صرف سماجی انصاف کی بنیاد پر قائم ہو سکتا ہے اور اس کے لئے محنت کشوں کے حقوق مثلاً معقول اجرت، صحت مند حالات کار، حق انجمن سازی، سماجی تحفظ اور پیشہ وارانہ تعلیم و تربیت اور احترام محنت بمعہ خواتین کی بہبود اور بچوں کی مشقت کا خاتمہ، تارکین وطن کارکنوں کے حقوق کی پاسداری ضروری ہے۔ اس تنظیم کے قیام سے دنیا بھر میں محنت کشوں کے حقوق کی سربلندی کو تقویت ملی اور

کرے گی اور سماجی تحفظ' صحت مند حالات کار ان کی پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت کی فراہمی آجروں اور کارکنوں کے مابین خوشگوار صنعتی تعلقات قائم کرنے کے لئے ہر ممکن اقدامات کو تقویت دے گی۔

حکومت پاکستان نے عالمی ادارہ محنت کی کنونشن نمبر 87 بابت حق انجمن سازی' نمبر 98 بابت اجتماعی سودا کاری نمبر 105.29 جبری محنت کا خاتمہ' نمبر 111 کارکنوں کو جنس و نسل' رنگ وغیرہ کی بنیاد پر ملازمت میں امتیازی سلوک کے خاتمہ کی ضمانت' کنونشن نمبر 144 ملک میں آجروں' کارکنوں اور حکومتوں کے نمائندگان پر مشتمل سہ فریقی مشاورتی مشینری قائم کرنے کی توثیق کر رکھی ہے۔اس طرح اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کے تحت اپنے ملک میں محنت کشوں کے لئے انجمن سازی اور اجتماعی سودا کاری' جبری مشقت کا خاتمہ' ملازمت میں جنس' رنگ و نسل کی بنیاد پر امتیازی سلوک کا تدارک' صحت مند محفوظ حالات کار و سماجی تحفظ کی فراہمی' بچوں کی مناسب تعلیم و تربیت' کارکنوں کی پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت اور ملک میں روزگار کے وسعت کی ذمہ داری لے رکھی ہے کہ وہ ان عالمی انسانی حقوق کے چارٹر کی روشنی میں اپنے ملک میں محنت کشوں کے لئے قانون سازی کر کے عمل درآمد کروائے گی۔

محنت کشوں کی تنظیمیں' تحریک اور جدوجہد صرف اپنے ممبران کی بہبود تک محدود نہیں ہوتیں بلکہ وہ سماج میں اقتصادی و سماجی حقوق کی سربلندی اور اپنے ملک کے عوام کی خوشحالی اور انصاف پر مبنی سماج کے قیام اور قومی صنعت و زراعت کی ترقی کے لئے جدوجہد کرتی ہیں۔اس لئے وہ اپنے ممبران کے علاوہ

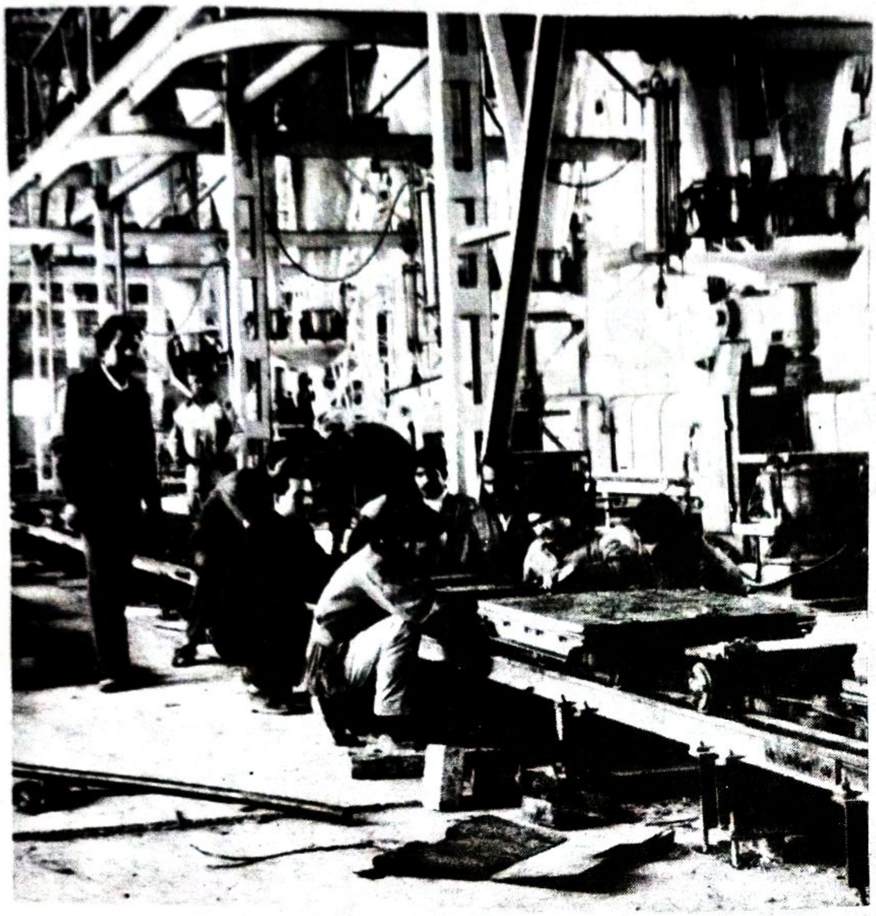

غیر منظم محنت کش اور محروم و مظلوم طبقوں کی آواز بلند کرنے اور حقوق کے حصول کے لئے بھی کوشاں رہتی ہیں۔پاکستان کے محنت کش آج بھی سماج میں جاگیرداری نظام' آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی اقتصادی غلامی کے باوجود ملک کی صنعتی و زرعی ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ضروری ہے کہ ملک کی سب سے بڑی دولت یعنی افرادی قوت جس کی اکثریت بامقصد تعلیم و تربیت کی بنیادی سہولت سے محروم ہے انہیں علم و فن کی دولت سے مالا مال کر کے انہیں اپنی محنت کا احترام دلایا جائے۔سماج میں بااثر افراد کی قومی دولت کی لوٹ کھسوٹ کے خاتمے اور محاسبہ کا شفاف نظام قائم ہو اور پالیسی ساز اداروں میں محنت کشوں' کسانوں' خواتین' دانشوروں' پیشہ ور۔۔ ماہرین کی نمائندگی کا اہتمام کیا جائے۔سماج میں اپنی مدد آپ اور باہمی شراکت کے جمہوری ادارے قائم ہوں اور ملک میں بے روزگاری کی لعنت کا خاتمہ ہو۔حکومت عدلیہ کی آزادی اور سستا انصاف مہیا کرنے کے لئے کوشاں رہے اور اپنا فرض سمجھے کہ ملک میں اعلیٰ کارکردگی و فرض شناسی فنی مہارت کی قدروں کو بلند کر کے قومی پیداوار اور کارکردگی میں اضافہ کیا جائے گا کیونکہ بد دیانتی' کاہلی اور عیاشی ساری پاکستانی قوم کے لئے کینسر ہے جسے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں' بددیانت حکمرانوں اور افسر شاہی نے معاشرہ کی رگوں میں پھیلا دیا ہے۔ ملک کے حکمران طبقہ کا فرض ہے کہ وہ قومی معاملات میں جلد از جلد شفاف جمہوری نظام رائج کرے اور عوام' محنت کشوں اور پیشہ ورانہ ماہرین کی شراکت سے ملک کو اقتصادی' سماجی و سیاسی بحران سے نکالے جس کے لئے آج کل کوشش جاری ہے۔

ٹاؤن کونسلر

عذرا پروین سے انٹرویو

ملاقات: تسنیم کوثر

عذرا پروین اپنے علاقہ کے حلقہ 101 میں ٹاؤن کونسلر ہیں۔ آپ علامہ اقبال ٹاؤن سے منتخب ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ صحافی بھی ہیں۔ آیئے ان سے ملاقات کا آغاز کرتے ہیں۔

س: آپ کے لئے یہ تجربہ کیسا رہا اور آپ ٹاؤن کونسلر کیسے منتخب ہوئیں؟

ج: جیسا کہ آپ کو پتہ ہے میں صحافت میں تھی۔ میں لوگوں سے میل ملاپ رکھتی تھی اور لوگوں کے کام کاج جو میرے دائرہ کار میں ہوتے تھے کروا دیتی تھی۔ لہٰذا میں ایک بڑی اکثریت سے منتخب ہوئی۔

س: آپ کے میاں کیا کرتے ہیں؟

ج: میرے میاں ٹھیکیدار ہیں۔

س: آپ کے بچے کتنے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟

ج: میرے ماشاء اللہ تین بیٹے ہیں اور پڑھ رہے ہیں۔

س: آپ کو سیاست میں آنے کا خیال کیسے آیا؟

ج: مجھے کسی حد تک تو خدمت خلق کا شوق تھا ہی اور میں صحافت کے دوران بھی لوگوں کے کام کرتی رہتی تھی۔ لہٰذا جب بلدیاتی الیکشن کا اعلان ہوا اور اس میں خاص طور پر عورتوں کو بہت زیادہ نمائندگی کا حق دیا گیا تو اہل علاقہ کے پرزور اصرار پر مجھے سیاست میں آنا پڑا اور الحمد اللہ آج آپ کے سامنے لیڈی ٹاؤن کونسلر کے طور پر موجود ہوں۔

س: ووٹ لینے میں کوئی مشکل پیش آئی؟

ج: مشکل یوں پیش نہیں آئی کیونکہ لوگ مجھے جانتے تھے پہلے ہی اپنے علاقہ میں لوگوں کی بے لوث خدمت کرتی تھی اس لئے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر میرا ساتھ دیا بلکہ میری توقع سے بھی زیادہ۔

س: آپ کے شوہر نے تعاون کیا؟

ج: میرے شوہر پہلے بھی میرا ساتھ دیتے تھے اور اب بھی انہوں نے میرا ساتھ دیا اور میرے ساتھ بھاگ دوڑ کی۔ وہ بھی خدمتِ خلق میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

س: آپ کے گھریلو مشاغل کیا ہیں؟

ج: میں بہت اچھا کھانا بناتی ہوں۔ سلائی خود کرتی ہوں اس کے علاوہ اپنے گھر کے تمام کام خود کرتی ہوں۔

س: الیکشن جیتنے سے پہلے عوام کی خدمت کیلئے کیا کچھ کیا؟

ج: میں نے بیوہ عورتوں کے لئے کچھ کام کئے۔ سٹریٹ لائٹس لگوائیں اور پانی کا ٹیوب ویل بھی لگوایا۔

س: ٹاؤن کونسلر منتخب ہونے کے بعد آپ ٹاؤن آفس آتی ہیں تو آپ کو کیسا لگتا ہے؟

ج: بہت اچھا ماحول ہے۔ ہمارے ناظم اور نائب ناظم بہت تعاون کرتے ہیں۔ ہماری بات سنتے ہیں۔ عملہ اچھا ہے عزت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے علاقے میں مختلف سرکاری اداروں میں جو لوگ ہیں وہ بھی بہت اچھے ہیں اور ہمارے ساتھ بہت تعاون کرتے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اچھا ماحول ملا اور کام کرنے والے لوگ ملے۔

س: آپ کے آئندہ کیا ارادے ہیں؟

ج: انشاء اللہ ہم "اپنی مدد آپ" کے تحت اور سرکاری فنڈز سے اپنے حلقہ میں تمام مسائل پر قابو پانے کی پوری کوشش کریں گے۔

تسنیم کوثر: ہم سب لوگ بہت اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں آپ سب سے۔ اللہ آپ کی مدد فرمائے تاکہ آپ ملک وقوم کی خدمت کر سکیں۔ دعا ہے کہ ہمارا حلقہ 101 **مثالی** علاقہ بنے اور کامیابیاں آپ سب کے قدم چومیں۔ اب میں اجازت چاہتی ہوں۔ اللہ حافظ۔

☆☆☆☆☆

شاہی قلعہ

تحریر: ثریا کے ایچ خورشید

عظمتِ رفتہ کا نشان

پرانے لاہور کے شمال مغرب میں واقع شاہی قلعہ جو مغلیہ عہد سے وابستہ ہے تاریخی حوالوں سے صرف مغلیہ دور کی ایک یادگار نہیں بلکہ اس کی ابتداء میں بیشمار پرانے بادشاہوں، سرداروں اور خاندانوں نے اس جگہ قلعہ کی تعمیر کی اور بار بار اسی تعمیر پر نئے حکمران اور تعمیر کرتے رہے۔ آخر میں مغلیہ بادشاہوں کی توجہ اور محنت سے موجودہ قلعہ کی وہ ساخت سب کیلئے محفوظ ہوگئی جو اس وقت لاہور کے تاریخی شہر میں اپنی انمٹ یادوں کے ساتھ دنیا کی بے ثباتی کی ایک مثال بھی ہے لیکن بیشمار سیاحوں کی توجہ کا مرکز بھی ہے۔

قلعے کے طول وعرض میں مغلیہ خاندان کی جاہ و حشمت نظر آتی ہے۔ صدیاں گزر جانے اور وقت کی بے رحمی کے باوجود اس کی شان و شوکت میں بادشاہوں اور شہنشاہوں کا کیف بسا ہوا ہے۔

عام خیال یہ ہے کہ قلعہ کی ابتداء اس وقت ہوئی جب لاہور شہر تعمیر ہوا۔ لاہور شہر کی تعمیر ہندوؤں کے راجہ رام کے بیٹے "لو" سے منسوب کی جاتی ہے۔ اس کے نام کی مناسبت سے ہی اس شہر کا نام لاہور پڑا' لیکن یہ ایک تاثر ہے تاریخ میں اس کا مستند ثبوت نہیں ملتا۔ ۱۹۵۹ء میں "دیوان عام" کے سامنے کھلے لان میں حکومت کی کھدائیوں کے دوران ایسی چیزیں ملی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شہر 2 ہزار برس پرانا ہے۔ باہر کے حملہ آور یہاں حکمران رہے پھر کئی ہندو خاندان، خاص طور پر راجپوت خاندانوں کا یہاں اقتدار رہا۔ گیارہویں صدی عیسوی میں مشہور مسلمان فاتح محمود غزنوی نے لاہور فتح کیا اور اس قلعہ کے پاس اپنی فتح کی ایک یادگار تعمیر کی۔ سوم ناتھ کا مندر جو ۱۰۲۵ء میں فتح ہوا اس کا جشن بھی یہاں منایا گیا۔ محمود کا معروف غلام ایاز جسے سلطان کی بہت خوشنودی حاصل تھی اور جو لاہور کا گورنر بھی مقرر رہا۔ اس نے اس قلعہ میں کچھ تعمیرات کروائیں۔ پھر محمود کے جانشین کافی عرصہ لاہور میں بھی مقیم رہے اور اس قلعہ کی شان و شوکت دوبالا ہوگئی۔ اس زمانے میں وسط ایشیاء سے بیشمار لوگ ہند کی سرزمین میں آ کر آباد ہوئے اور کم از کم ۲۰۰ سال تک غزنوی خاندان اور ان کے گورنر یہاں موجود رہے اور حکومت کی سرپرستی انہیں حاصل رہی۔ شہاب دین غوری نے بھی یہاں کافی عرصہ گزارا۔ مشہور مسلمان سلطان قطب الدین ایبک کی تخت پوشی بھی لاہور میں ۱۲۰۶ء میں ہوئی۔ تاریخ گواہ ہے کہ تین صدیوں سے زائد عرصہ تک دہلی کے مسلمان سلطانوں نے لاہور کو صوبہ کے ایک اہم شہر کی حیثیت سے بہت اہمیت دی اور رونق بخشی۔ لودھی سلطانوں نے شہر میں بہت سی تعمیرات کروائیں اور قلعہ کی عمارت کی بھی توسیع کی۔

۱۵۲۶ء میں پانی پت کی پہلی فیصلہ کن جنگ میں ظہیر الدین بابر نے برصغیر میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ لیکن اس کے مختصر دور حکومت میں اس کا

قیام لاہور میں بہت کم رہا۔ ہمایوں کے متعلق بھی یہی کہا جاتا ہے کہ وہ ایران جاتے ہوئے ایک بار لاہور میں ٹھہرا لیکن اس کا قیام راوی کے پاس کامران کی بارہ دری میں تھا۔ کامران کی بارہ دری، ہمایوں کے بھائی کامران نے بنوائی تھی اور اس وقت وہ مغل شہنشاہوں کی تمام تر خوبصورتی کے ساتھ دریا کے بیچ میں ایک جاودانی مقام تھا پھر یہ اعزاز اکبر کو حاصل ہوا کہ وہ بھی لاہور میں ۱۵ برس مقیم رہا۔ قلعہ میں اس کا قیام تھا اور لاہور کو اس نے [illegible] بجائے عارضی طور پر مغلیہ سلطنت کا دارالخلافہ بھی بنایا۔ اس نے قلعہ کی مٹی کی دیوار کو چوکور چھوٹی اینٹوں سے پکا کرایا۔ قلعہ میں نئی تعمیرات کروائیں، بارہ دریاں . . اور راہ داریاں بنوائیں اور قلعہ کی خوبصورتی میں رنگ و روغن اور مصوری کے اعلیٰ اور نادر نمونوں سے چار چاند لگائے۔

مغلیہ حکمرانوں کا یہ شاندار قلعہ . . . . غیر متوازن محلِ وقوع کے ساتھ ۱۴۰۰ فٹ مشرق اور مغرب میں اور ۱۱۱۵ فٹ شمال اور جنوب میں اینٹوں کی ایک شاندار فصیل کے گھیرے میں دعوت نظارہ دیتا ہے۔ مشرق اور مغرب میں دو اونچے شاندار دروازے موجود ہیں قلعہ کی فصیل اور دروازوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی تعمیر اکبر کے دور حکومت میں ۱۵۶۶ء میں ہوئی۔

مشرق کے دروازے کو مسجدی دروازہ کہا جاتا تھا اس لئے کہ اس کا رخ بیگم شاہی مسجد کی طرف تھا۔ مغربی دروازے کا نام عالمگیری دروازہ تھا۔ اس لئے کہ اس کا رخ مشہور بادشاہی مسجد کی طرف تھا جو اورنگزیب نے تعمیر کروائی تھی۔ اس کی تعمیر ۱۶۷۳ء کے لگ بھگ ہوئی۔ قلعہ کی تعمیر اس طرح ہے کہ . . . اندر داخل ہو کر چڑھائی پر جانا پڑتا ہے۔ چاروں طرف وسیع و عریض رقبے میں پھیلی ہوئی قلعہ کی مختلف تعمیرات ہیں مثلاً دیوان عام، دیوان خاص کے ساتھ شاہی خواتین کی رہائش گاہیں، حمام، آرٹ گیلریاں، اسلحہ خانے، بارود خانے، شاہی افواج کے قیام کیلئے کھلے اور وسیع ہال، حجرے، خواجہ سراؤں کی جگہیں، ملازموں اور پہرہ داروں کیلئے کمرے، وسیع اور کھلے باغ، پائیں باغ، کھلی روشیں، روشن دالان، اندھیرے اور نیم روشن راستے (جو شاید حفاظت کی وجہ سے ایسے بنائے گئے تھے) جو سب قلعہ کی وجاہت میں اضافہ کرتے ہیں۔ دیوان عام کے سامنے کھلے لان جو شہنشاہیت کے زمانے میں خوشرو پھولوں، پودوں اور مخملی گھاس کے تختوں سے بہت حسین لگتے ہوں گے اب بھی قلعہ کی شان میں اضافہ کرتے ہیں۔ شاہی باورچی خانہ کی عمارت بھی قلعہ کا ایک حصہ ہے۔ جہاں اس زمانے میں انواع و اقسام کے کھانے پکتے ہوں گے۔ مغل کھانے جن میں وسط ایشیاء کے ذائقے کے ساتھ برصغیر کا ذائقہ بھی بعد میں شامل ہو گیا، ابھی بھی مشرق کے دسترخوان کی زینت ہیں۔

شمال کی طرف باہر کی دیوار سکھوں نے بنوائی۔ راوی کا پانی جو زیادہ بارش کے دوران قلعے کی دیواروں تک آ سکتا تھا، روکنے کیلئے یہ تعمیر ہوئی۔ انگریزوں نے بھی جنوب کی دیوار میں کچھ رد و بدل کیا۔ قلعہ کی حفاظت کیلئے شاید انہوں نے ایسے کیا تھا۔ لیکن اندر جانے کا راستہ عالمگیری گیٹ سے ہمیشہ ایک ہی رہا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ قلعہ کی توسیع پرانی عمارت پر ہی وقت کے ساتھ ساتھ ہوتی رہی۔ لودھی دور حکومت میں دیوان عام و خاص پتھر سے بنائی گئی تھیں۔ دیوان عام و خاص میں سنگ مرمر کا جھروکا جہاں شہنشاہ وقت اپنا دیدار کرواتے تھے، اب بھی موجود ہے۔ صرف وہ جاہ و جلال اور شان و شوکت باقی نہیں لیکن تخیل میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس دور میں بادشاہ وقت کس شان سے یہاں بیٹھتا ہو گا۔ ساتھ امراء وزراء کی نشستیں ہیں۔ سامنے کھلے لان میں عوام کا ہجوم ہوتا ہو گا۔ ایک اونچے پلیٹ فارم کے ساتھ وسیع دالان ہیں۔ امراء وزراء بادشاہ کے حکم کے منتظر رہتے تھے۔ پشت میں جو دالان اور کمرے ہیں وہ اور اہم نشستوں کیلئے مخصوص تھے۔ یہاں رنگدار خوشنما خیمے لگتے تھے۔ جہاں عوام بیٹھتے تھے۔ ساتھ ہی نقار خانہ کی عمارت تھی جس کے اب صرف نشان باقی ہیں۔ یہاں سے بادشاہ کی آمد کا اعلان ہوتا تھا۔

شاہجہان نے ۱۶۲۸ء میں دیوان خاص و عام کے ساتھ دربار کے امراء کیلئے ایک بہت خوبصورت اور وسیع ہال تعمیر کروایا۔ اس میں سرخ سنگ مرمر کے بڑے بڑے ستون تھے۔ اس کا نام چہل ستون رکھا گیا۔ یہ ہال رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں میں خانہ جنگی کے دوران گر گیا تھا لیکن کچھ سالوں کے بعد انگریزوں نے اس کی از سر نو تعمیر کروائی جنہوں نے اس کے سارے راستے بند کر کے اسے ایک ہسپتال بنا دیا۔ بعد میں اس ہال کو پھر قلعہ کا حصہ بنا دیا گیا لیکن اس ہال کے چھت، محرابیں اور راہداریاں انگریزوں کے زمانے میں بنیں اور قلعہ کی عمارت کی تعمیرات میں سے نہیں ہیں۔

دیوان عام و خاص کی پشت پر وہ محلات ہیں جو اکبر نے اپنے حرم کے طور پر تعمیر کروائے۔ ان محلات کے مشرق میں ایک بہت بڑا ہال ہے۔ جس میں اینٹوں کے خوبصورت ستون ہیں اور اینٹوں سے ہی اس کی دیواریں اور چھت کی تعمیر کی گئی ہے۔ اس ہال میں ایک کشادہ گیلری ہے۔ جس کی ساخت بھی اینٹوں سے مرتب ہوئی ہے۔ اس کی پشت میں بڑے ہال، راہ داریاں اور دوسرے کمرے بالکل مٹ گئے ہیں صرف نشانات ان کے باقی ہیں جن سے اس ساخت کا پتہ چلتا ہے مغرب میں شاہی حمام ہیں جن میں گرم اور سرد پانی کا نہایت معقول بندوبست تھا۔ حمام کے ساتھ بیت الخلاء اور آرام کرنے کی جگہیں بھی موجود ہیں۔ محل کے دوسرے حصوں میں بھی یہ سب کچھ موجود ہے۔

اکبر کے دور کی ان ساری تعمیرات میں سکھوں نے بھی اپنی حکومت کے دوران مزید محلات تعمیر کروائے۔ ایک بہت بڑا ہال جس کے چاروں طرف گیلری ہے' نہایت بھاری اور نفیس لکڑی کے کام سے ایستادہ ہے۔

دیوان عام کے شمال مغربی کونے میں ایک خوبصورت عمارت ہے جو مکتب خانہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں دوراہ داریوں سے جہانگیری محل نظر آتا ہے جسے دالان سنگ سرخ کہا جاتا تھا۔ فارسی میں جو کتبہ یہاں تحریر ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ محل جہانگیر کے حکم پر مامور خان نے ۱۶۱۷ء میں بنایا تھا۔ سنگ مرمر کی ایک سل پر یوں تحریر ہے۔

"عالی جاہ کی بادشاہت کے بارہویں سال جو خدا کا سایہ تھے' وقار میں سلیمان تھے' جنگ میں سکندر تھے' شہنشاہ نور دین جہانگیر کی خلافت میں جو جلال دین اکبر اعظم کے فرزند تھے۔ یہ محل بادشاہ کے حکم پر ان کے ایک ادنیٰ اور وفادار غلام مامور خان نے بنوایا"

دراصل مکتب خانہ ایک ایسی عمارت تھی جسے ریکارڈ روم کہنا بے جا نہ ہوگا کیونکہ یہاں حکومت کے وہ تمام ارکان بیٹھتے تھے جو شاہی محل میں جانے آنے والوں اور ان تمام ضروری باتوں کا حوالہ اپنے پاس ریکارڈ کے طور پر محفوظ کر لیتے تھے۔ یہاں سے باہر کی طرف جاتے ہوئے موتی مسجد واقع ہے جو سنگِ مرمر کا ایک خوبصورت شاہکار ہے۔ محراب بھی سفید ماربل کی ہے اور ستون بھی اسی پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ مشرق میں واقع اس شفاف مسجد کے ساتھ ہی ایک کھلے پلیٹ فارم پر دالان سنگ سرخ کی تعمیر دعوت نظارہ دیتی ہے۔

اس عمارت میں اینٹوں کے ساتھ ماربل کا استعمال بھی ہوا ہے جس میں بیل بوٹے اور پھول بھی بنے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ایک وسیع دالان ہے۔ جس میں سرخ پتھر کا استعمال کیا گیا ہے۔ شمال کی طرف اس کی گزرگاہ ہے۔ درمیان میں ایک وسیع ہال ہے جس کے چاروں طرف چھوٹے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ یہاں کی اوپر کی دو منزلیں سکھ مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اس کی مہارانی جنداں نے بنوائی تھیں...... اوپر جانے کیلئے جنوب کی طرف ایک زینہ بھی ہے۔ اس عمارت کو سکھ دور کے ایک میوزیم میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ جس میں اس دور کی ہر چیز موجود ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جہانگیر کے دور میں بنی ہوئی اکثر عمارات شاہجہان نے گرا دی تھیں اور اس کے عہد میں از سرِ نو شاہی قلعہ کی تعمیرات ہوئی تھیں۔ البتہ چند دالان جن میں دالان سنگ سرخ' خاص طور پر نمایاں ہے۔ ابھی بھی موجود ہیں۔

دالان سنگ سرخ کے مشرق کی جانب ایک اور وسیع ہال بھی موجود ہے جو دو مختلف حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ اوپر کے حصے میں قدیم گیلری اور راہداریوں کے آثار نظر آتے ہیں جبکہ نیچے کے حصے میں ایک بڑا سا تالاب موجود ہے اور چاروں طرف فواروں کی قطار ہے جو مغلیہ دور میں رونق کا مرقع ہوں گے۔ اس جگہ کے مشرق اور مغرب میں کئی دالان ہیں جو شاہی رہائش کیلئے استعمال ہوتے ہوں گے۔ مشرق اور مغرب کے دالان دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ سامنے کا حصہ نشست گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا جبکہ پشت کے حصے میں خواب گاہیں تھیں۔ ان دالانوں میں سرخ پتھر کے ایوان بنے ہوئے ہیں۔ ساخت نہایت خوبصورت ہے۔ پھول' بیل بوٹے اور دوسرے نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ ہاتھی' گھوڑے' شیر' چیتا اور موروں کی تصویریں پتھروں میں کنداں ہیں۔ ساخت کی یہ طرز تعمیر برصغیر کے ہندو اور جین عہد تعمیرات کی عکاسی کرتی ہے۔

شمال کے درمیان میں ایک خوبصورت بارہ دری جیسی عمارت ہے جو شہنشاہ جہانگیر کی خواب گاہ تھی۔ اس کے ساتھ دو اور بارہ دریاں ہیں۔ جن میں ایک کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔ دوسری کسی حد تک صحیح حالت میں ہے۔ اس خواب گاہ کے سامنے کا دالان انگریزوں نے بنوایا۔ یہ خواب گاہ اب مغل دور کی تمام یادگاروں کے ساتھ مغل دور کا ایک میوزیم ہے۔ یقیناً شہنشاہ کی اس خواب گاہ میں کبھی کبھی اس عالی قدر شہنشاہ کی روح ضرور آتی ہوگی۔ جب برصغیر پر مغلوں کی شاندار حکومت تھی اور وہ تمام شان و شوکت سے یہاں کے حکمران تھے۔

جہانگیر کی تعمیر کے ساتھ ہی قلعہ کی وہ عمارات ہیں جو شاہجہان کے زمانے میں بنیں۔ یہ عمارات مغلیہ فنِ تعمیرات کا خوبصورت سرمایہ ہیں۔ مغرب کی طرف سے اندر آنے پر شمال کی سمت دیوانِ خاص' شاہی خواب گاہیں اور غسلخانے ہیں۔ سامنے کا کھلا صحن اس طرح ڈیزائن کیا گیا ہے کہ اسے پیدل چلنے کا راستہ بنا کر چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے یہاں فوارہ بھی نصب ہے جو مہتابی کے نام سے موسوم ہے۔ چار باغ اب سرسبز لان میں بدل گیا ہے۔ شاہ جہان کے دور کی عمارت سفید سنگ مرمر کی ہیں۔ ان میں سنگ تراشی بیل بوٹے اور آرائش کی وہ تمام باریکیاں موجود ہیں جو مغل فن تعمیرات کا ایک حصہ ہیں۔ دربار کے شمال کی طرف ایک خوبصورت عمارت ... سنگ مرمر کی ایستادہ ہے۔ جس کی چھت گنبد نما ہے۔ اس کی اونچائی 20 فٹ سے زیادہ ہے۔ اس میں سفید سنگ مرمر کی جالی دار آرائش ۔ ۔ ۔ ہے۔ فرش کئی رنگ کے ماربل کا بنا ہوا ہے۔ فرش کے درمیان میں پیالے کی طرز کا ایک خوبصورت فوارہ ہے جو اس زمانے میں قیمتی پتھروں سے جڑا ہوا تھا جنہیں انگریز حکمران اپنا حق یا مالِ غنیمت سمجھ کر اکھاڑ کر اپنے دیس میں لے گئے۔ قلعہ میں قیام کے

دوران شہنشاہ اپنا چہرہ عوام کو انہی جھروکوں اور جالیوں سے ۔ ۔ ۔ دکھایا کرتا تھا۔ عوام نیچے عرض گاہ میں جمع ہوتے تھے۔ وہیں ان کی عرضیاں شہنشاہ کے سامنے پیش کی جاتی تھیں۔

دیوان خاص میں امراء اور وزراء بھی آتے تھے۔ باہر سے آنے والے سفیر اور وہ لوگ جنہیں شہنشاہ سے ملاقات مطلوب ہوتی تھی۔ اپنے مشیروں کے ذریعے یہاں آکر شرف ملاقات حاصل کرتے تھے۔ یہ عمارت ۱۶۴۵ء میں بن کر مکمل ہوئی تھی۔

شاہ برج

پائیں باغ کے جنوب مغرب میں شاہ برج ہے یہاں ان عمارتوں کے کھنڈرات بھی نظر آتے ہیں جو قلعہ کی تعمیر سے پہلے لودھی حکمرانوں کے دور میں بنائی گئیں۔ دائیں طرف ایک بڑا سا کنواں ہے۔ ہندوؤں کا ایک مندر بھی اس جگہ کے قریب ہے اور ایک مسجد کے شکستہ آثار بھی ہیں۔ مندر سکھوں کے دور حکومت میں بنا جو شیوا کا مندر تھا۔ یہ غیر ضروری بنیاد شاہ برج کے راستے میں حائل ہے۔ مسجد کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد نہایت خوبصورت اور قیمتی پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ رنجیت سنگھ نے اپنی تعمیرات کیلئے اس مسجد کو زمین بوس کیا اور اس کے قیمتی پتھر اور دوسری چیزیں اپنی عمارتوں میں استعمال کیں۔ مسجد کا تھوڑا سا حصہ جو بچ گیا ہے اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہ مسجد کتنی خوبصورت تھی۔

قلعہ کے اندر کی عمارتوں میں جانے کیلئے ایک سیدھا راستہ ہے جس کے شکستہ ایوان اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ ساری عمارتیں سکھوں کی درندگی کا شکار ہوئیں۔ سکھوں نے یہاں سے سارے قیمتی پتھر، دیواریں اور دروازے بھی نکال کر یہاں عام اینٹوں کی تعمیر کروائی جو قلعہ کی وسیع عمارت میں ایک غیر موزوں حصہ معلوم ہوتی ہے۔ یہاں رنجیت سنگھ اپنی کچہری ۔ ۔ لگاتا تھا۔ مسلمانوں کے اس قیمتی سرمائے اور فن تعمیر کی اسے یا اس کے جانشینوں کو کوئی قدر نہیں تھی بلکہ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ اس کا نام و نشان تک مٹا دیتے۔

شیش محل

یہ قلعہ کی سب سے خوبصورت عمارت ہے۔ شاہجہان نے اپنی چہیتی بیگم ممتاز محل کیلئے خاص طور پر لاہور کے اس قلعہ میں بنوائی۔ وہ الگ بات ہے کہ ملکہ کو یہاں رہنا نصیب نہ ہوا۔ اس کا انتقال ۱۶۳۱ء میں اورنگ آباد، دکن میں ہو گیا اور وہ آگرہ کے بین الاقوامی شہرت کے حامل تاج محل میں محو خواب ہے۔ شیش محل کا حسن بھی مغلیہ عمارات کا ایک منفرد انداز ہے۔ اس محل کو بنانے میں کسی طرح کی کمی نہ کی گئی۔ بلند ایوان، دلان، کھلی روشیں، جو چار حصوں میں پانی کے زرخیز خطوں کے ساتھ ہم آہنگ ہیں مغلیہ فن سنگ تراشی کا ایک انمول نمونہ ہے۔ فوارے ہیں جو اس وقت ۔ ۔ کے ایک کھلے تالاب سے پانی حاصل کرتے تھے۔ فوارے اور شہابی، سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔ وسط کے دالان کے دو حصے ہیں جن میں سے ایک نشست گاہ کے طور پر استعمال ہوتا ہوگا۔ مزید پانچ حصوں میں بٹا ہوا یہ دلان جس میں قیمتی پتھر جو اب یہاں موجود نہیں اور خوبصورت نقش و نگاری سے دعوت نظارہ دے رہے ہیں یہ جگہ امراء اور دربار کے لوگوں کے بیٹھنے کیلئے استعمال ہوتی تھی۔ سنگ مرمر کی بڑی سکرین بھی تھی جن میں بعض ابھی بھی موجود ہیں۔ درمیان میں مشہور نولکھا ہے اس دور میں اس پر نو لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ خوبصورت نقش و نگار ابھی بھی موجود ہیں۔ دیواروں پر مختلف ڈیزائن کے رنگا رنگ عکس جگہ کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں۔ مغلوں کے دور میں اس کی شان و شوکت دیکھنے کے قابل ہو گی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے شیش محل کو اپنی سرکاری رہائش گاہ بنایا۔ یہاں سے ایک زینہ نیچے ان کمروں میں جاتا ہے جو شدید گرمی کے موسم میں شاہی استعمال میں آتے تھے۔

شیش محل سے باہر نکل کر مغرب کی سمت ایک بہت چوڑا راستہ نیچے کی طرف جاتا ہے جسے "ہاتھی پیر" کہا جاتا ہے۔ یہاں سے حرم کی خواتین ہاتھی پر بیٹھ کر اوپر قلعہ کی طرف آتی تھیں۔ دیوار پر فارسی میں اس دور کے کتبے کندہ ہیں جن پر بادشاہ وقت کے متعلق تحریر ہے۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ برج ۱۶۳۲ء میں شاہجہان نے بنوایا اور مامور خان اس کے خالق تھے۔ شاہ برج اور شیش محل کی بیرونی سطح خوبصورت نقش و نگار سے مرصع ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کی ساخت، بناوٹ، خوبصورتی بے مثال ہے۔ دیواروں پر مغل دور کی کھیلوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ پولو کھیلتے دکھایا گیا ہے۔ جانوروں اور پرندوں کی تصویریں ہیں۔ کسی اور تاریخی عمارت پر جو اس دور کے ساتھ وابستہ ہے اس طرح کی نقش و نگاری نظر نہیں آتی۔

لاہور کا شاہی قلعہ تقریباً ۳ سو سال تک ہر طرح کی سوشل، سماجی، سیاسی اور ادبی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ جہاں وقت حاضرہ کے قابل ترین لوگ جمع ہوتے تھے۔ یہاں بادشاہ وقت اپنی تمام تر شان و شوکت کے ساتھ اپنے امراء کے ساتھ موجود ہوتا تھا۔ ضیافتیں ہوتی تھیں، جلسے منعقد ہوتے تھے، باہر سے سفیر آتے تھے، حکومت کے اعلیٰ ترین عہدیدار موجود ہوتے تھے، قومی اور مذہبی تہوار جن میں عید، عید میلادالنبی، شب برات جیسے تہوار بھی ہوتے تھے، سرکاری جاہ و حشمت اور رونق سے منائے جاتے تھے۔ قلعہ کی ساری عمارات خاص موقعوں پر خوب سجائی جاتی تھیں۔ موسیقی، رقص، مشاعرے اور ادبی نشستیں بھی ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ مذہبی رہنما علم و ادب کے دلدادہ نامور لوگ، مصنف، تاریخ دان اور سکالر ملک کے اندر اور باہر سے قلعہ میں آتے تھے اور بادشاہ وقت کو اپنی قابلیت سے متاثر کرتے تھے۔

مغل حکمرانوں کے زوال کے بعد یہ سب کچھ پھیکا پڑ گیا' وہ نشستیں نہ رہیں' دربار کی وہ رونقیں نہ رہیں۔ سکھوں کے دور حکومت میں شاہی قلعہ کافی حد تک زوال پذیر رہا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پنجاب میں ۴۰ سال حکومت کی' اس کے دور میں قلعہ کی عمارات کو بھی سکھوں نے بہت نقصان پہنچایا۔ بھونڈی اور معمولی تعمیرات قلعہ میں کی گئیں۔ قیمتی پتھر اور قیمتی تصویریں قلعہ سے نکال لی گئیں۔ انگریزوں نے ۔ ۔ قلعہ کے بیرونی طرف ایک دو منزلہ عمارت بنائی۔ جس سے قلعہ کے اندر آنے میں فاصلہ ۔ ۔ کم ہوا۔ لیکن سڑک بنانے کیلئے قلعہ کی کئی پرانی عمارات کو انہوں نے گرایا۔

مفید ویب سائٹس

تحریر: کاشر حقانی

(1) اسلام کے بارے میں معلومات

http://www.wol.net.pk/sarwarr

اس اُردو ویب پیج کے تیار کرنے کا مقصد لوگوں کو اسلام کے مقاصد اور اسلامی احکام سے آگاہی دینا ہے۔ اس ویب پیج سے آپ اسلام کے متعلق معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

(2) قرآنِ پاک کا اُردو ترجمہ

http://www.geocities.com/asanquran

قرآن آسان تحریک کی تیار کردہ اس خوبصورت ویب سائٹ سے آپ قرآن پاک کی جس سورت کی عربی عبارت اور اُردو ترجمہ چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ اس ویب سائٹ کے 1078 صفحات ہیں جن کو 30 حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(3) پاکستانی شہروں کے بارے میں معلومات

www.travel.yahoo.com/Asia/Pakistan

یہ پاکستان کے بارے میں معلومات پر مبنی ویب سائٹ ہے' اس ویب سائٹ سے پاکستان کی ثقافت اور مختلف شہروں کے بارے میں دلچسپ معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

(4) پاکستانی خوبصورت مقامات

http://www.search.gallery.yahoo.com/search.corbis?p=pakistan

اس ویب سائٹ میں آپ پاکستان کے خوبصورت مقامات کی خوبصورت تصاویر دیکھ سکتے ہیں۔ پاکستان کے خوبصورت پہاڑ K2' ہمالیہ' خوبصورت وادیاں جیسے ہنزہ' سوات اور خوبصورت مساجد' سکول' گاؤں' شہر وغیرہ وغیرہ دیکھ کر لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

(5) قرآن اور سائنس

http://www.geocities.com/Athens/Acropolis/6808 quransci.htm

اس ویب سائٹ میں قرآن اور سائنس کے موضوع پر بحث کی گئی ہے' ڈاکٹر مورس جو کہ دی بائبل' دی قرآن اور سائنس کے مصنف ہیں' نے اپنے تجربات کو یہاں بیان کیا ہے' ان کے علم سے استفادہ کرنے کے لئے یہ ایک اچھی ویب سائٹ ہے۔

(6) اُردو انسائیکلوپیڈیا

http://www.encyclopedia.com/articles/13276.html

اردو انسائیکلوپیڈیا دیکھنے کے لئے یہ ویب سائٹ آپ کی مدد کر سکتی ہے۔ اس کی مدد سے اردو زبان میں بہت سی چیزوں کے بارے میں جامع معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

(7) پاکستان کرکٹ کے بارے میں معلومات

http://www.cricket.web.pk/

اگر پاکستان کرکٹ کے حوالے سے آپ کو معلومات درکار ہوں تو آپ اس ویب سائٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ پاکستان کرکٹ کنٹرول بورڈ' پاکستانی کرکٹ (ون ڈے اور ٹیسٹ) کے اعداد و شمار' تازہ خبریں' تصاویر' تازہ سکور اس ویب سائٹ کی مدد سے معلوم کئے جا سکتے ہیں' اُردو کی خبریں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

(8) پاکستان کے مسلح افواج کے بارے میں معلومات
http://www.pakmilitary.com/index1.html
آپ اس ویب سائٹ سے پاکستان کی مسلح افواج کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ یہاں آپ آرمی ائیر فورس اور بحریہ کے متعلق زیادہ بہتر جان سکتے ہیں اگر آپ آرمی کے صفحات پر جائیں تو آپ وہاں بہت سی خوبصورت تصاویر دیکھ سکتے ہیں۔ پاکستان نے میزائل کے جو تجربات کئے ہیں ان کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

(9) ریڈیو پاکستان کی ویب سائٹ
http://www.radio.gov.pk
ریڈیو پاکستان کی ویب سائٹ دیکھنے کے لئے یہ ایڈریس استعمال کریں۔ اس ویب سائٹ کو کھول کر آپ اردو خبریں سن سکتے ہیں اور لکھی ہوئی (انگریزی زبان میں) دیکھ بھی سکتے ہیں۔ آپ اس کے ذریعے براہ راست پروگرام بھی سن سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

یورو کرنسی کے خالق

روبرٹ کالینا

تحریر: ندیم چوہدری

یورپی یونین اور یورپی مالیاتی اتحاد میں شامل ریاست آسٹریا کے دارالحکومت ویانا میں ملک کے مرکزی بنک میں بہت مخصوص نوعیت کے فرائض انجام دینے والے ماہرین میں سے ایک چھیالیس سالہ ڈیزائنر روبرٹ کالینا بھی ہے جو اپنے باقی ساتھیوں کے مقابلے میں انتہائی خاموش طبیعت اور انکساری سے کام لینے والا انسان ہے۔ آسٹریلیا کے قومی بنک میں روبرٹ کالینا کے ساتھی کارکن یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ کوئی ایسا منفرد کارنامہ انجام دے گا جس کی بناء پر اس کا نام متحدہ یورپ کے اہم اور تاریخ ساز ناموں میں شامل ہو جائے گا۔ بہر حال کالینا یہ کارنامہ انجام دے چکے ہیں کیونکہ یکم جنوری 2002ء سے یورپی مالیاتی اتحاد میں شامل بارہ ملکوں میں رائج ہونے والی مشترکہ کرنسی یورو کے تمام نوٹ انہوں نے ہی ڈیزائن کئے ہیں اور یوں اس نئی کرنسی کو اس کی موجودہ شکل وصورت بھی انہوں نے ہی عطا کی ہے۔

روبرٹ کالینا نے . . حال ہی میں ویانا میں دیئے گئے ایک انٹرویو میں کہا کہ ان کے لئے یہ ایک بالکل مختلف لیکن مثبت طور پر منفرد احساس ہے کہ مستقبل کے یورپ میں ہر شخص ان کے بنائے ہوئے کرنسی نوٹ استعمال کرے گا۔

کالینا جو اپنے عہدے کے اعتبار سے آسٹریا کے قومی بنک میں کرنسی نوٹوں کی گرافک ڈیزائننگ کا کام کرتے ہیں نے کہا کہ ان کے لئے اپنے ان جذبات کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ انسان ایسے محسوسات کا عادی ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کے لئے یورو کی کرنسی اتنی نئی نہیں ہے جتنی کہ یورپ کے باقی تمام شہریوں کے لئے۔

1996ء میں یورو کرنسی نوٹوں کی ڈیزائننگ کے لئے یورپی یونین کی پندرہ ریاستوں میں ماہرین کی طرف سے کل چوالیس مختلف ڈیزائن پیش کئے گئے تھے جن میں سے دو روبرٹ کالینا نے تیار کئے تھے۔ ان نوٹوں کی ڈیزائننگ میں یورپی تاریخ کے مختلف ادوار اور ان کی مخصوص اقدار اور خصوصیات کو مرکزی موضوع کی حیثیت حاصل تھی جس میں (Portraits) استعمال کرنے کی تو اجازت تھی لیکن کسی بھی تاریخی شخصیت کے چہرے کی شبیہہ استعمال کرنے کی ممانعت تھی۔ اس ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ یورو کرنسی نوٹوں کو کسی ایک خاص ملک کی تاریخ یا ثقافت کا مظہر بہر حال نہیں ہونا تھا۔ متحدہ یورپ کے لئے نئے کرنسی نوٹوں کی ڈیزائننگ میں باقی تمام ماہرین نے کسی نہ کسی طرح نامعلوم شخصیات کے Portraits کا استعمال کیا لیکن روبرٹ کالینا وہ واحد ڈیزائنر تھے جنہوں نے اپنے تیار کردہ نمونوں میں اس طرح کی سوچ اپنانے سے گریز کیا۔ اس کے برعکس انہوں نے اپنے ڈیزائنوں میں کھلی کھڑکیوں اور دروازوں کے عکس استعمال کئے جو ایک نئے یورپ اور اس کے کھلے پن کی علامت تھے۔ اپنے تیار کردہ دوسرے ڈیزائن میں انہوں نے پلوں کی شبیہات کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا' جو متحد ہوتے ہوئے یورپ اور آپس میں قریب آتے ہوئے یورپی ملکوں کا استعارہ بنیں۔ کالینا کی اس تخلیقی سوچ پر خود آسٹریا کے قومی بنک میں ان کے چند ساتھیوں کی طرف سے بھی تنقیدی روّیہ اپنایا گیا کیونکہ کرنسی نوٹوں کے ڈیزائن کی تیاری میں انسانی شبیہات کا استعمال ایک ناگزیر روایت

سمجھا جاتا ہے۔ بعدازاں ان ڈیزائنوں میں سے
بہترین کے انتخاب کا وقت آیا تو کالینا کے تیار کردہ
دونوں ڈیزائن تین بہترین ڈیزائنوں میں شامل تھے
اور ان میں سے بھی یورو میں شامل تمام ملکوں کے
مرکزی بینکوں کے صدور نے اتفاق رائے سے کالینا
ہی کے تیار کردہ ایک ڈیزائن کا حتمی انتخاب کیا' اب
جبکہ کالینا کے تیار کردہ یہ نوٹ جلد ہی یورو میں شامل
بارہ ریاستوں کے تین سوملین سے زائد عوام کے
ہاتھوں میں پہنچنے والے ہیں خود روبرٹ کالینا کا یہ
کہنا ہے کہ انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ پوری
یورپی یونین میں سے ان کے ڈیزائن کو کامیاب قرار
دیا جائے گا۔ یورو کے بارہ میں سے ہر ملک میں
جاری کئے جانے والے ان آٹھ سکوں جن میں
سے ہر ایک کی پشت متعلقہ ملک کی طرف سے چنے
گئے اس کے قومی ڈیزائن کے لئے مخصوص رکھی گئی
ہے۔

یورو کرنسی نوٹ تمام ملکوں میں یکساں'
ڈیزائن کے ہوں گے پانچ یورو سے لے کر پانچ سو
یورو تک مختلف مالیت کے ان کل سات نوٹوں میں
سے ہر ایک کا سائز دوسرے سے مختلف ہے ان پر
ایک طرف مختلف یورپی پلوں اور دوسری طرف
متعدد دروازوں اور کھڑکیوں کی شبیہات چھاپی گئی
ہیں اور ان کی چھپائی بارہ مختلف ملکوں کے کرنسی نوٹ
چھاپنے والے چھاپہ خانوں میں کی گئی ہے۔ مستقبل
قریب میں یورپی مرکزی بنک کی طرف سے ان
نوٹوں کے ڈیزائنوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے
گی۔ تاہم مستقبل بعید میں ان میں مزید بہتری کی
خاطر معمولی ترامیم کی جاسکیں گی۔

☆☆☆

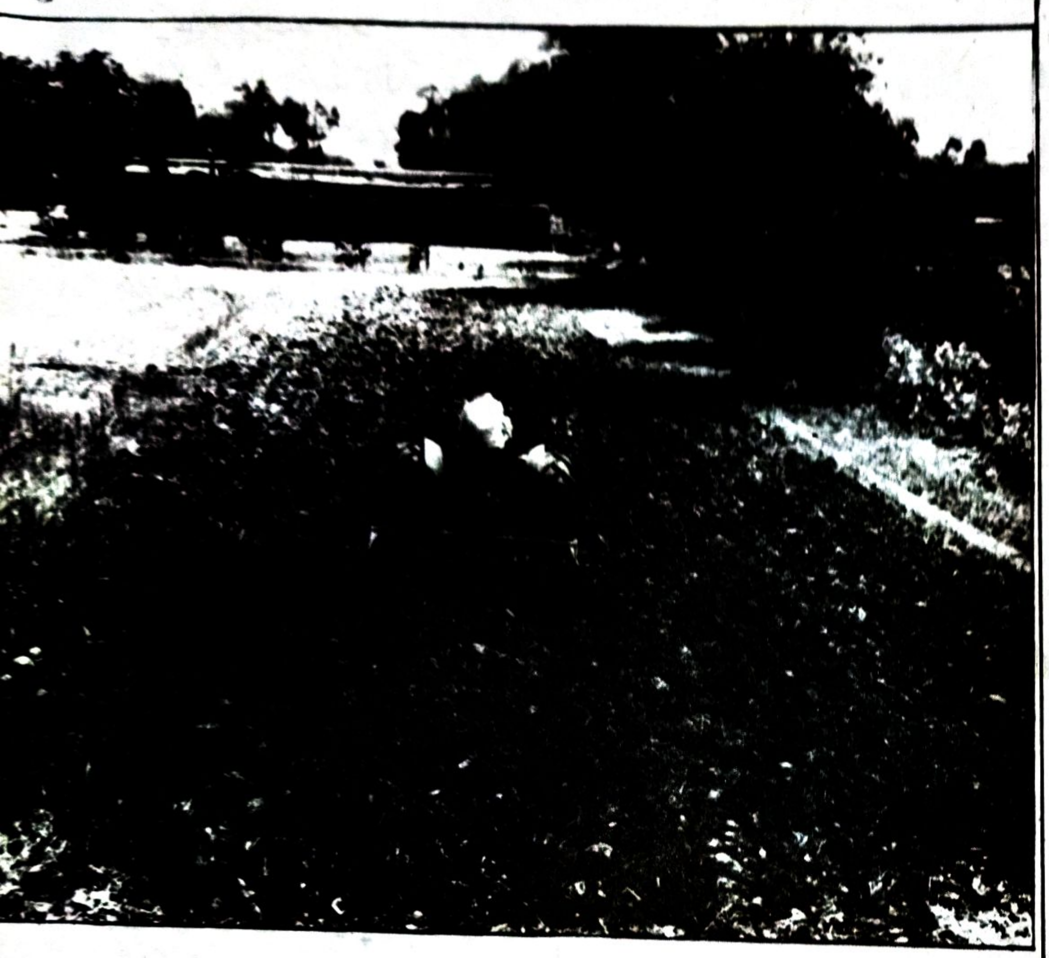

گھیا کدو کی کاشت

پاک جمہوریت فیچر سروس

گھیا کدو موسم گرما کی ایک مقبول سبزی ہے۔
کدو معتدل مرطوب آب وہوا کو پسند کرتا ہے۔ میدانی
علاقوں میں اس کی عام طور پر تین فصلیں کاشت کی
جاتی ہیں۔ پہلی فصل فروری' مارچ دوسری جون' جولائی
جب کہ تیسری فصل اکتوبر کے آخر یا نومبر کے شروع
میں کاشت کی جاتی ہے۔ اس فصل کو کہر کے اثر سے
محفوظ کرنے کے لئے سرکنڈے وغیرہ کے چھپر
استعمال کئے جاتے ہیں۔

کدو کے لئے دو سے ڈھائی کلوگرام بیج فی ایکڑ
کافی ہوتا ہے۔ اس کے لئے زرخیز میرا زمین جس میں
پانی دیر تک جذب رکھنے کی صلاحیت موجود ہو بہت
اچھی رہتی ہے۔ ویسے اسے تھور سیم زمینوں کے علاوہ ہر
قسم کی زمین میں مناسب دیکھ بھال سے کاشت کیا جا
سکتا ہے۔ بجائی سے ایک ماہ پہلے دس' پندرہ ٹن گوبر کی
گلی سڑی کھاد ڈالنی چاہئے اور پکی راونی کر کے اس
زمین میں ہل چلانے کے بعد اچھی طرح ملا کر سہاگہ
کر دینا چاہئے۔ بجائی کے وقت تین' چار بار ہل اور
ہل کے بعد سہاگہ پھیر کر زمین کو نرم' بھربھرا اور ہموار

کرنا ضروری ہے۔ زمین کی تیاری کے بعد کھیت میں ساڑھے تین میٹر کے فاصلے پر ڈوڈی سے نشان لگائیں اور ان نشانوں کے دونوں طرف تین بوری سنگل سپر فاسفیٹ اور ایک بوری امونیم سلفیٹ ملا کر ڈالیں پھر نشانوں سے مٹی اٹھا کر پٹڑیاں بنائیں اور خیال رہے کہ پٹڑی کے درمیان والی نالیاں 50،40 سینٹی میٹر چوڑی اور 25،20 سنٹی میٹر گہری ہوں پٹڑی کے دونوں کناروں پر 50،40 سینٹی میٹر کے فاصلے پر دو دو بیج مناسب گہرائی پر چوکا کریں۔ بیج کو کاشت کرنے سے آٹھ دس گھنٹے پہلے پانی میں بھگو لینا چاہئے اس طرح اگاؤ پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ پہلا پانی کاشت کے فوراً بعد لگانا چاہئے۔ آبپاشی اس طرح کریں کہ بیج والی جگہ پر صرف وتر پہنچے اور پانی پٹڑیوں پر نہ چڑھنے پائے اس کے بعد ہفتے وار آبپاشی کرتے رہیں اور کوشش کریں کہ یہ عمل شام کے وقت ہو۔ جب فصل اگ آئے اور تین چار پتے نکال لیں تو چھدرائی کا عمل ضروری ہو جاتا ہے۔ ہر ایک جگہ صحت مند پودا چھوڑ کر باقی پودے نکال دیں۔ فصل کو جڑی بوٹیوں سے پاک رکھنے کے لئے تین، چار بار گوڈی کرنا اور پودوں کو مٹی چڑھانا اچھے نتائج دیتا ہے۔ فروری، مارچ میں بوئی فصل اپریل، مئی میں پھل دیتی ہے جبکہ جون، جولائی کی کاشتہ فصل اکتوبر، نومبر تک پھل دیتی ہے۔ اکتوبر، نومبر کی لگائی ہوئی فصل مارچ میں پھل دینا شروع کر دیتی ہے۔

پھل دو، تین دن کے وقفہ سے برداشت کرتے رہیں۔ پھل کو نرم حالت میں بمعہ ڈنڈی توڑیں اور برداشت ہمیشہ شام کے وقت کریں۔ گھیا کدو کی گول اور لمبی اقسام کاشت ہوتی ہیں۔ ترقی دادہ اقسام میں سیالکوٹ گول زیادہ پیداوار دینے والی قسم ہے۔ کدو کی لال بھونڈی چھوٹے پودوں کو بہت نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کے تدارک کے لئے محکمہ زراعت کے عملے سے مشورے کے بعد مناسب زہروں کا سپرے کرنا چاہئے۔

لوکل گورنمنٹ قوانین کی تشریح

پاک جمہوریت فیچر سروس

O دیہی اور علاقہ کونسلیں

موجودہ بلدیاتی نظام کا بنیادی ڈھانچہ اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ افراد عملی طور پر شریک ہو سکیں اور معاشرے کے متحرک رُکن کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کر سکیں۔ بلدیاتی نظام کی کامیابی اور بلدیاتی اداروں میں

مقامی افراد کی مؤثر شمولیت کے حوالے سے ''لوکل گورنمنٹ نیوز'' منتخب افراد اور عام شہریوں کو لوکل گورنمنٹ قوانین بارے معلومات فراہم کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے زیرِ نظر مضمون دیہی اور علاقہ کونسلوں کے بارے میں مکمل معلومات مہیا کرنے کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

O دیہی اور علاقہ کونسلوں کے قیام کا مقصد

ہر گاؤں کے لئے ایک علیحدہ دیہی کونسل ہو گی۔ یہ کونسل گاؤں کے منتخب افراد پر مشتمل ہو گی۔ دیہی کونسلوں کی تشکیل کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مقامی آبادی کو مقامی حکومت میں زیادہ سے زیادہ شریک کیا جائے۔ یہ کونسلیں سٹیزن کمیونٹی بورڈ اور یونین کونسلوں کی سب کمیٹیوں کے قریبی تعاون سے کام کریں گی۔

O کمیٹیوں کی تشکیل/انتظامی ڈھانچہ

لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001ء کے سیکشن (1)93 کے تحت تحصیل کونسل مذکورہ کونسلوں کے لئے منتخب کئے جانے والے ارکان کی تعداد کا تعین اور اعلان کر سکے گی جبکہ سیکشن (1)94 کے تحت کونسلوں میں ارکان کی تعداد پانچ سے گیارہ ارکان تک ہو گی جبکہ ہر ایک کونسل کے لئے ایک

نشست خواتین اور ایک نشست کسان اور مزدوروں کے لئے مخصوص ہو گی۔ سیکشن (2)94 کے تحت دیہی اور علاقہ کونسلوں کا سربراہ چیئرمین کہلائے گا اور چیئرمین وہ شخص منتخب ہو گا جس نے دیہی اور علاقہ کونسل کے انتخاب میں سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے ہوں گے۔

O دیہی اور علاقہ کونسلوں کے انتخاب کا طریقہ کار

لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001ء کے سیکشن (1)95 کے مطابق تحصیل بلدیاتی انتظامیہ اور ٹاؤن بلدیاتی انتظامیہ کونسلوں کے انتخابات کے انتظام کریں گی۔ سیکشن (3)95 کے مطابق اگر تحصیل اور ٹاؤن کونسل دفعہ 93 میں کونسلوں کا اعلان نہیں کرتی اور نوے دن کے اندر کونسلوں کے قیام کا انتظام نہیں کرتی تو ضلع حکومت کونسلوں کا قیام عمل میں لائے گی۔ دیہی کونسل اور علاقہ کونسل کے عہدہ کی معیاد یونین کونسل کے عہدہ کی معیاد کے مطابق ہو گی۔

O دیہی اور علاقہ کونسل کے فرائض

دیہی اور علاقہ کونسلوں کا قیام لوکل گورنمنٹ ایکٹ کے تحت عمل میں لایا گیا ہے۔ تاکہ لوگ اپنی مدد آپ کے تحت مقامی ترقی میں متحرک کردار ادا کریں۔ اس حوالہ سے دیہی اور علاقہ کونسلوں کے فرائض درج ذیل ہوں گے۔

پانی کی فراہمی کے ذرائع کو بڑھانا اور موجودہ ذرائع کو مزید بہتر کرنا اس ضمن میں دیہی کونسلیں پانی کی چوری کے واقعات سے متعلق کوئی لائحہ عمل ترتیب دے سکتی ہیں تاکہ پانی کی تقسیم منصفانہ ہو سکے۔

جانوروں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا مناسب انتظام کرنا اور ان کی وجہ سے پیدا ہونے والے صحت و صفائی کے معاملات کی دیکھ بھال کرنا بھی دیہی کونسلوں کے فرائض میں شامل ہے۔

صحت مند لائیوسٹاک کسی بھی خطے کی ترقی کا ایک اہم جز ہوتا ہے لہٰذا مویشیوں کی بہتر دیکھ بھال کے لئے ان کے پانی پینے اور نہانے کی جگہوں میں اضافہ کرنا۔

() پانی کو آلودہ ہونے سے بچانے کے لئے مناسب اقدامات کرنا

سیکشن (1-H)96 کے تحت دیہی اور علاقہ کونسلیں عام راستوں، عام گلیوں اور عام جگہوں پر تکلیف دہ معاملات مثلاً تجاوزات، تہہ بازاری، کچی آبادیاں وغیرہ کو بھی کم کرنے اور منع کرنے کے لئے ذمہ دار ہو گی۔

یہ بھی دیہی اور علاقہ کونسلوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ علاقے کے تحفظ کے پیش نظر شہریوں اور چوکیداروں کے باہمی اشتراک سے کوئی ایسا منظم نظام ترتیب دیں جس سے شہریوں کے تحفظ کو یقینی بنایا جا سکے۔

O دیہاتوں اور علاقوں میں کھیلوں کی ٹیموں اور دیگر ثقافتی و تفریحی سرگرمیاں منظم کرنا۔

علاقے میں بلدیاتی سرگرمیوں کے لئے لوگوں کو ان کے رضاکارانہ وسائل کے ساتھ متحرک کرنا یہ وسائل جسمانی محنت، ملکیتی اور نقد چندوں کی صورت میں ہو سکتے ہیں۔

یہ کونسلیں صارفین کے تحفظ کے لئے مقامی تنظیموں کی تشکیل میں بھی مدد دیں گی نیز بہتر مالی ذرائع ڈھونڈنے کی کوشش کریں گی تاکہ غریب میں کمی کی جا سکے۔

معذور، مفلوک اور انتہائی غربت کے معاملات کی طرف یونین انتظامیہ کی توجہ مبذول کروانے کے لئے کونسلیں ایسے معاملات کی رپورٹ یونین انتظامیہ کو دیں گی۔

عام گلیوں، کھیلوں کے میدانوں، پارکوں زمین دوز نالیوں اور عوامی رفاہ عامہ کی نگہداشت میں حصہ لیں گی۔ ان سارے معاملات کے علاوہ نہروں اور نالوں کی بھل صفائی میں کمیونٹی کی شمولیت کو متحرک کرنے کے لئے بھی کوشش کریں گی۔

دیہات اور علاقوں میں درخت لگانا قدرتی مناظر کے مطابق باغ لگانا اور ان کی حفاظت کے انتظامات کرنا بھی کونسلوں کے فرائض میں شامل ہے۔

() سیکشن (2)98 کے تحت دیہی اور علاقہ کونسلیں مندرجہ ذیل معاملات میں یونین انتظامیہ کی مدد کریں گی۔

(الف) دیہی اور علاقے میں جائزوں کا انتظام کرنے اور صحیح معاشی اور معاشرتی اعداد و شمار جمع کرنے میں یونین انتظامیہ کی مدد کریں گی۔

(ب) دیہہ یا علاقے کو بلدیاتی سہولیات فراہم کرنے کے لئے جگہوں کا انتخاب۔

(ج) ناجائز تجاوزات کی نشاندہی کرنے میں۔

(د) قبرستانوں اور شمشانوں کا انتظام کرنے اور ان کی موجودہ حالت کو بہتر بنانے میں۔

(ہ) علاقے کی سڑکوں، گلیوں اور راستوں کی بہتر دیکھ بھال اور علاقے میں روشنی کا مناسب بندوبست کرنا۔

(و) زمین کا مالیہ اور دوسرے ٹیکس وغیرہ جمع کرنا۔

سیکشن (3) 96 کے تحت دیہی یا علاقہ کونسلیں باہمی رضامندی سے اپنے فرائض میں سے کوئی فریضہ یونین انتظامیہ کے سپرد کر سکے گی مگر شرط یہ ہوگی کہ مذکورہ فرائض کی تکمیل کی ذمہ داری علاقہ کونسل کے ہی ذمہ ہوگی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ فرائض کی منتقلی وسائل اور رقوم کا تعین کئے بغیر منتقل نہیں کی جاسکے گی۔ (اس ضمن میں آسان زبان میں شرائط وسائل اور ذمہ داریوں کا معاہدہ بھی تحریر کیا جاسکتا ہے)

آرڈیننس کے سیکشن (1) 97 کے تحت دیہی اور علاقہ کونسلیں رضاکارانہ چندوں کے ذریعے جمع کی ہوئی رقوم سے بلدیاتی اور کیمونٹی کی فلاح و بہبود کو مزید ترقی دے سکیں گی۔

دیہی اور علاقہ کونسلیں اپنے مقاصد کے حصول کے لئے سماجی بھلائی کی دوسری تنظیموں کے ساتھ مل کر بھی کام کر سکتی ہیں۔ سیکشن (2) 97 کے تحت دیہی اور علاقہ کونسلیں ترقیاتی کاموں کی نگرانی اور عوامی فلاح و بہبود کے لئے سٹیزن کیمونٹی بورڈز کی تشکیل میں مدد دیں گی۔

☆☆☆☆☆

طلباء کی تحریریں

سوڈس مین

تحریر: طلال حق

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سیارے میں بہت سے لوگ رہ رہے تھے۔ اُس سیارے کا نام سپر پلینٹ تھا۔ اُس سیارہ کا ایک بادشاہ تھا۔ وہ بہت دلدار اور نیک طبیعت تھا۔ اس شہر میں ایک وحشی درندہ قسم کا ایک بندہ رہتا تھا۔ یہ بہت برا اور خطرناک انسان تھا۔ اس کی وہاں کے بادشاہ سے بہت بری دشمنی تھی۔ اس خطرناک درندے کا نام کیپٹن کیٹیون تھا۔ یہ اس سیارے پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اس سیارے کا بادشاہ بننے کی بہت سی کوششیں کی مگر وہ کوششیں ناکام رہیں۔ آخرکار اس نے اس سیارے کو تباہ برباد کر کے حکومت کرنے کی ترکیب سوچی۔ بادشاہ کا خاندان ایک خوشحال خاندان تھا۔ اس کی ایک ملکہ بھی تھی۔ جس کا نام ٹائٹس تھا وہ بھی بادشاہ کی طرح ایک نیک عورت تھی۔ بادشاہ ملکہ اور کیپٹن کیٹیون کوئی عام بندے نہیں تھے۔ ان میں بہت سی جادوئی طاقتیں تھیں۔ اصل میں کیپٹن کیٹیون بادشاہ کا منہ بولا بھائی تھا۔ مگر بعد میں اس کو بادشاہ بنایا گیا تو وہ حسد میں مبتلا ہو گیا۔ کیونکہ وہ شروع ہی سے اس سیارے کا بادشاہ بننا چاہتا تھا۔ اسی حسد کی وجہ سے وہ بادشاہ کا دشمن تھا۔ پھر بادشاہ کے گھر ایک بچہ ہوا جس کا نام انہوں نے سپر مین رکھا اور پھر کیپٹن کیٹیون کے گھر بھی ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کا نام انہوں نے سن مین رکھا اور یہ دونوں بھی بادشاہ اور کیپٹن کیٹیون کی طرح عام بندے نہیں تھے۔ ان میں بھی بہت سی جادوئی طاقتیں تھیں۔ سن مین بہت گرم مزاج ... تھا۔ مگر وہ صرف سورج کی روشنی میں رہ سکتا تھا۔ جیسے ہی سورج کی روشنی ختم ہوتی وہ بھی بے ہوش ہو جاتا۔ اور سورج کی روشنی پڑتے ہی وہ تندرست بن جاتا۔ سن مین بھی اپنے باپ کیپٹن کیٹیون کی طرح بہت برا

اور خطرناک بندہ تھا اور سپر مین اپنے باپ کی طرح بہت نیک اور دلدار انسان تھا۔ کیپٹن کیٹیون نے اپنے بیٹے سن مین کو بادشاہ اور اس کے بیٹے سپر مین کے خلاف بھڑکایا اور سن مین کیساتھ مل کر اس سیارے کو تباہ و برباد کر کے اس پر حکومت کرنے کی ترکیب بنائی۔ یہ ترکیب اس طرح تھی کہ کیپٹن کیٹیون نے ایک بم بنا کر رکھا تھا۔ وہ بم اس نے بادشاہ کے محل میں رکھنا تھا اس دن ملکہ نے اپنے بیٹے کو ایک ہرے رنگ کا ہیرا دیا اور کہا کہ تم اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھو جب تک یہ تمہارے پاس ہے تمہیں کوئی مار نہیں سکتا۔ جب تم اسے اپنے جسم سے لگاؤ گے تو تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔ کیپٹن کیٹیون نے اپنے بیٹے کو وہ بم بادشاہ کے محل میں رکھنے کو کہا۔ اس نے دیکھا کہ بادشاہ کے محل میں بہت خطرہ ہے اس لئے اسے اپنے محل میں رکھ دیا اور سوچا بادشاہ کے محل میں بھی بم پھٹنا ہے اور سارا سیارہ پھٹ جانا ہے۔ تو اسے کیوں نہ میں اپنے گھر میں رکھ دوں تب بھی سارا سیارہ پھٹ جانا ہے اور اس پاگل کو اتنی عقل نہ تھی کہ جب سیارہ پھٹے گا تو اس کے سارے گھر والے مر جائیں گے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اس کے باپ نے گھر میں ایک مشین رکھی ہوئی تھی کہ اگر باہر سے کہیں بم پھٹے گا تو وہ بچ جائے گا اور اگر اس کے گھر میں بم پھٹے گا تو سارے سیارے کے ساتھ ساتھ اس کا گھر بھی تباہ ہو جائے گا۔ پھر جب بم پھٹا تو سارا سیارہ تباہ ہو گیا۔ سپر مین کے پاس جو ہیل تھی وہ اس کی وجہ سے ہماری دنیا میں گر گیا اور سن مین دھماکے کے زور کی وجہ سے جا کر سورج میں گر گیا۔ زیادہ زور کی وجہ سے وہ چھوٹا سا بن کر سورج کے ایک گولے میں بند ہو گیا۔ چونکہ وہ گرمی میں ہوش میں رہ سکتا تھا اس لئے وہ زیادہ گرمی کی وجہ سے اسے سکون مل گیا وہ وہیں دفن ہو گیا۔ جب تک اس پر کوئی سپر مین کا بال نہیں گرے گا وہ دوبارہ نہیں زندہ ہوگا۔ سپر مین ہماری دُنیا کے ایک کونے میں گر گیا۔ یہ دو تین ہفتوں تک بھوکا رہا پھر اس نے دیکھا لوگ تو نوکری کر کے اپنا اور اپنے گھر والوں کا پیٹ پالتے ہیں پھر اس نے سوچا کیوں نہ میں بھی نوکری کروں مگر یہ بات کسی کو بھی پتہ نہیں چلنی چاہیے کہ میں کسی اور دنیا کا ہوں اور میرے پاس بہت سی جادوئی طاقتیں ہیں۔ پھر اس نے ایک رپورٹر کی نوکری کر لی اور ایک گھر بھی خرید لیا۔ اس نے وہ ہیرا جو اسے اس کی ماں نے دیا تھا سنبھال کر رکھ لیا اور یہ بھیس بدل کر نوکری کرتا تھا اور اس نے سپر مین کا ایک سوٹ بنایا۔ یہ اس سوٹ کو پہن کر لوگوں کی مدد کرتا تھا۔ یہ ہماری دنیا میں بہت مشہور ہو گیا۔ ادھر بھی اس کا ایک دشمن بن گیا۔ جس کا نام جون تھا جون کو کسی طرح اس کا پتہ چل گیا کہ سپر مین کے بال سے سن مین جاگ جائے گا لوگوں نے میوزیم میں سپر مین کا بال نمائش کے لئے رکھا ہوا تھا کہ جون نے اسے چوری کر لیا اور پھر اسے ایک بوتل میں بند کر کے رکھ دیا۔ ان کے شہر میں بہت سردی پڑ رہی تھی تو گورنر نے سپر مین سے کہا کہ تم مزائل جمع کر کے سورج میں پھینک دو تا کہ گرمی جمع ہو جائے۔ جون نے ان میں سے ایک بم میں سپر مین کا بال رکھ دیا جب وہ ۔ ۔ ۔ سورج میں پھینکا گیا تو کچھ گھنٹے بعد سن مین سورج میں سے نکلا اور اسے پتا چل گیا تھا کہ سپر مین اس دنیا میں ہے۔ وہ سپر مین کو ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا اتفاق سے جون کے گھر پہنچ گیا اور پھر اس نے جون سے پوچھا سپر مین کہاں ہے۔ جون سن مین کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسے کہا تم رکو میں اسے بلاتا ہوں پھر اس نے اعلان کروایا کہ سپر مین کہیں بھی ہے جون فیکٹری میں آ جائے سپر مین جون فیکٹری میں پہنچ گیا وہ سن مین کو دیکھ کر پریشان ہوا۔ پھر جون نے کہا تم اس سے لڑائی کرو جو جیتے گا وہی زندہ رہے گا۔ سپر مین نے سن مین کو ایک صندوق میں بند کر دیا وہ دم گھٹنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا۔ اور سپر مین نے اسے پکڑ کر کسی دوسری اور ٹھنڈی دنیا میں پھینک دیا تا کہ وہ جب تک کوئی اسے کھود کر صندوق سے باہر نہیں نکالے گا وہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ پھر اس نے جون کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیا اس کے بعد سپر مین خوشی خوشی رہنے لگا اور پھر ساری دنیا میں کوئی بھی مصیبت نہیں آئی۔

☆☆☆☆☆

بوجھو تو جانیں؟

تحریر: افتخار خان اعوان

ایک شخص کو تین بادشاہوں سے ملنا ہے اور اس کی جیب میں کچھ رقم ہے۔ ہر بادشاہ کو ملنے سے پہلے اور مل کر واپسی پر اسے دربان کو دو دو روپے دینے پڑتے ہیں جبکہ بادشاہ اس کی جیب میں موجود رقم کو ڈگنا کر دیتا ہے۔ جب وہ آخری بادشاہ کو مل کر اور دربان کو دو روپے دے کر باہر نکلتا ہے تو اس کی جیب میں کوئی رقم نہیں بچتی بتایئے اس شخص کی جیب میں کل کتنی رقم تھی؟

سوال نمبر 2

الف اور ب درختوں پر کچھ پرندے بیٹھے ہیں الف درخت کے پرندے ب درخت کے پرندوں کو کہتے ہیں کہ اگر تم میں سے ایک پرندہ ہمارے پاس آ جائے تو ہم تمہارے برابر ہو جائیں گے۔ جبکہ ب درخت والے پرندے کہتے ہیں کہ اگر تم میں سے ایک پرندہ ہمارے پاس آ جائے تو ہم تم سے دو گنا ہو جائیں گے۔

بتائیں کہ دونوں درختوں پر کتنے کتنے پرندے بیٹھے ہوئے ہیں؟

جواب اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

☆☆☆☆☆

علامہ محمد اقبالؒ

بچوں کے شاعر

تحریر: خالد محمود اقبال

بڑوں کے لئے لکھنا تو قدرے آسان ہوتا ہے۔ لیکن بچوں کے لئے لکھنا از حد مشکل کام ہے۔ کیونکہ بچوں کو کوئی بات سمجھانے کے لئے خود بچہ بننا پڑتا ہے۔ بچوں کی زبان میں بات کرنا پڑتی ہے۔ اتنے سادہ اور آسان الفاظ استعمال کرنے پڑتے ہیں جو بچوں کی سمجھ میں آسانی سے آ جائیں اور وہ روانی کے ساتھ ان الفاظ کو دہرا سکیں۔

علامہ اقبالؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ انہوں نے بچوں کے لئے خوبصورت، دلچسپ اور سبق آموز نظمیں لکھیں جن کو پڑھ کر بچے اپنے مستقبل کو شاندار اور تابناک بنا سکتے ہیں۔ زندگی کی مشکلات کا عزم و ہمت سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مصائب و سائل کے پہاڑوں سے ٹکرا سکتے ہیں اور اندھیری راہوں میں اُجالا کر سکتے ہیں ان کی ایک نظم کا پہلا شعر اس طرح ہے۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

اس ساری نظم میں اقبالؒ نے بچوں کو بتایا ہے کہ زندگی کو حسین بنانا چاہیے دوسروں کے کام آنا چاہیے۔ خوب علم حاصل کرنا چاہیے اور وطن کی خدمت . . کرنی چاہیے۔

اقبالؒ اپنی ایک اور نظم "چاند اور تارے" میں بچوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو لوگ مسلسل محنت، لگن اور ہمت کے ساتھ کام کرتے ہیں وہی آگے بڑھتے ہیں۔ کامیابی اور کامرانی ہمیشہ ایسے ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ کبھی بھی مایوسی اور نامرادی سے دوچار نہیں ہوتے۔ ان کا ایک شعر ہے۔

چلنے والے نکل گئے ہیں
جو ٹھہرے ذرا، کچل گئے ہیں

یعنی زندگی میں مسلسل کام کرنا چاہیے محنت چھوڑ دی جائے تو ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

علامہ اقبالؒ نے بچوں کے لئے چھوٹی چھوٹی نظمیں لکھنے کو ترجیح دی۔ ان چھوٹی نظموں میں انہوں نے بڑی بڑی باتیں کہیں جو بچوں کے اندر انقلاب برپا کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اقبالؒ بچوں کو محتاج، بے کس، بے بس، مجبور، لاچار و بے کار نہیں دیکھنا چاہتے۔ وہ انہیں خوشحال، آزاد اور خود مختار دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ بچوں میں ترقی کرنے، آگے بڑھنے اور زمانے میں اپنا کام اور مقام پیدا کرنے کی ہمت اور جرأت کو نمایاں کرتے ہیں۔ ان کا کلام اپنے اندر اثر رکھتا ہے۔ وہ ہمیشہ سچی اور کھری بات دلنشین انداز میں کرتے ہیں۔ اقبالؒ چاہتے ہیں کہ بات دل کی گہرائیوں سے نصیحت کی جائے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

الغرض جب ہم بچوں کے ادب کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اقبالؒ سب سے نمایاں اور معیاری شعر کہنے والے شاعر نظر آتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

کوپن

خریداری نمبر ...

پاک جمہوریت لیگ ________ پوسٹ بکس نمبر ۳۴۵

نام اور پتہ ________

جماعت ________ مشغلے ________

ہماری دستاویزی فلمیں

نمبر شمار	نام	دورانیہ
-1	علامہ اقبال 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	20 منٹ
-2	آرکیٹیکچر ان پاکستان 35MM/VHS	20 منٹ
-3	آرٹ ان پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ
-4	برتھ آف پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ
-5	کلچرل ہیری ٹیج آف پاکستان (اُردو) 35MM/Betacam	20 منٹ
-6	چلڈرن آف پاکستان 35MM/VHS/U.Matic	20 منٹ
-7	کری ایٹو ہینڈز (انگلش) 35 MM/U.Matic	30 منٹ
-8	گندھارا آرٹ (انگلش) 35MM/U.Matic	20 منٹ
-9	گریٹ ماؤنٹین پاسزان پاکستان (ا 35MM	20 [illegible]
-10	گرین ٹرٹل ان پاکستان (اردو، انگلش) 35MM/U.Matic/VHS	10 منٹ
-11	جرنی تھرو پاکستان (اردو/انگلش) 23MM	20 منٹ
-12	لیکس ان پاکستان (اردو) 35MM	30 منٹ
-13	ماؤنٹینز آف پاکستان (اردو) 35MM/VHS	20 منٹ
-14	موہنجوڈرو (انگلش) 35MM	20 منٹ
-15	مائنارٹیز ان پاکستان (انگلش/اردو) 35MM/UHS/U.Matic	20 منٹ
-16	میرج کسٹمز 35MM/VHS	20 منٹ
-17	وائیلڈ لائف ان پاکستان (اُردو) 35MM	30 منٹ

نمبر شمار	نام	دورانیہ
-18	مرزا غالب (اُردو) 35MM/VHS	80 منٹ
-19	پاکستان، پاسٹ اینڈ پریذنٹ (انگلش) 35MM/VHS	30 منٹ
-20	پاکستان، اے پورٹریٹ (انگلش) VHS/ UMatic /35MM	30 منٹ
-21	کارپٹس (اردو) 35MM	20 منٹ
-22	پی ایم اے کاکول (اردو) 35MM/U.Matic	30 منٹ
-23	پاکستان پینوراما (اردو، انگلش، عربی) U.Matic/35MM	20 منٹ
-24	ویلی آف سوات (اُردو) 35MM	20 منٹ
-25	پاکستان سٹوری (اردو) VHS/ 35MM	70 منٹ
[illegible]	پاکستان، لینڈ اینڈ اٹس پیپلز (انگلش) 35MM	30 منٹ
-27	پاکستان، پرامزنگ لینڈ (انگلش) 35MM/U.Matic	50 منٹ
-28	قائداعظم (اُردو) 35MM VHS	30 منٹ
-29	سوہنی دھرتی۔ پاکستان (انگلش) 35MM/ VHS اور U.Matic	30 منٹ
-30	سینک بیوٹی آف پاکستان (اردو) 35MM	20 منٹ
-31	دی انڈس ری ور (اُردو) 35MM	20 منٹ
-32	انڈسٹریل گروتھ آف پاکستان 35MM	20 منٹ
-33	ناردرن ایریاز (انگلش) 35MM	30 منٹ
-34	جیم اینڈ جیولری (انگلش) 35MM/VHS /U.Matic	20 منٹ

رابطہ برائے خریداری

مینیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز بی۔ ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ، اسلام آباد۔ پاکستان فون:- 051-9202776 فیکس:- 051-9206828

رجسٹرڈ نمبر CPL 304   30 اپریل تا 6 مئی 2002ء   تار کا پتہ ''جمہوریت'' لاہور

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائدِ اعظم محمد علی جناح'' خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/=	$-05
2	قائدِ اعظم محمد علی جناح'' خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	95/=	$-04
3	قائدِ اعظم محمد علی جناح'' خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اردو	95/=	$-04
4	قائدِ اعظم محمد علی جناح'' (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء مجلد	انگریزی	425/=	$-17
5	قائدِ اعظم محمد علی جناح'' (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء پیپر بیک	انگریزی	350/=	$-17
6	اقوالِ قائد'' (مجلد/پیپر بیک)	انگریزی	50/=	$-03
7	جناح اور ان کا دور (از: عزیز بیگ)	انگریزی	250/=	$-10
8	پاکستان۔فرام ماؤنٹینز ٹو سی (از: محمد امین/ڈنکن ویلئس گراہم ہینکاک)	انگریزی	650/=	$-20
9	پاکستان۔چینی مصوروں کی نظر میں۔(ین ینگ اینڈ ژو ہو)	انگریزی، عربی فرانسیسی، چینی	500/=	$-20
10	پاکستان ہینڈی کرافٹس	انگریزی	100/=	$-04
11	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 1997ء (مجلد)	انگریزی	450/=	$-17
12	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 1997ء (پیپر بیک)	انگریزی	400/=	$-15
13	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از: ڈاکٹر احمد نبی خان)	انگریزی	100/=	$-04
14	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از: ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
15	وحدتِ افکار (علاقائی شاعری سے انتخاب)	اردو	100/=	$-04
16	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/=	$-01
17	پاکستان پکٹوریل (دوماہی)	انگریزی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	35-$ سالانہ
18	المصورہ (دوماہی)	عربی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	35-$ سالانہ
19	سروش	فارسی	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	20-$ سالانہ
20	ماہِ نو (ماہنامہ)	اردو	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	20-$ سالانہ

رابطہ برائے خریداری

مینیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز بی۔ ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ، اسلام آباد۔ پاکستان فون:- 051-9202776 فیکس:- 051-9206828